بذل الجوائز

دعا بعد از نمازِ جنازہ

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر اور حیلہ اسقاط

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ نزد مستا ہوٹل ۔ لاہور

یا اللہ جل جلالہٗ — یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنی مرے
یُوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وُہ فاجر گیا!

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا مانگنے پر انعامات کی بارش!

:ازافادات:

مُجددِ دورِ حاضر اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

:مسمّٰی باسم تاریخی:

بَذْلُ الْجَوائِز عَلَی الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاۃِ الْجَنَائِز

۱۳۱۱ھ

تحقیقِ حدیث پر مشتمل فتویٰ

(از اعلیحضرت قدس سرہٗ)

غَایَۃُ الْاِحْتِیَاط فِی جَوازِ حِیْلَۃِ الْاِسْقَاط

۱۳۱۹ھ

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر سے متعلق!

فتویٰ (از اعلیحضرت قدس سرہٗ)

۱۹۹۵ء
۱۴۱۶ھ

مکتبہ قادریہ ○ لاہور

جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی

حُبِّ پیغمبرؐ کی دُنیائے جمیل

اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دلآویز ہے
کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیۂ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ
نے آپ کو کم و بیش پچاس علوم میں وہ بے مثال بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو
ان علوم میں سے بعض میں بھی اس بصیرت کا عشر عشیر حاصل نہ تھا۔ آپ کی ایک ہزار کے
لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر
آپ کی جلالت علمی، دقتِ نظری، نکتہ آفرینی، قوت استدلال، قرآن و حدیث اور کتب
سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے آپ کے کمالِ علمی
کا سکہ عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی تیرہویں
صدی کے آخر اور چودھویں صدی کی ابتدا میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب نصف النہار
کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا پھر اس کی روشنی بڑھتی ہی رہی آپ کی پوری زندگی،
اتباع و حُبِ مصطفےٰ سے عبارت تھی انہی وجوہ کی بنا پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی
کا مجدد برحق تسلیم کیا۔ صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی درس و تدریس اور تصنیف و
تالیف کا کام شروع کر دیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا۔ حق گوئی اور بے باکی آپ کا
شیوہ تھا۔ دُوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے
خطبہ میں پڑھا وارض عن اعمام نبیك الاطائب حمزۃ والعباس وابی طالب (اے اللہ
تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ، عباس اور ابی طالب سے راضی ہو یعنی ابوطالب کا بھی ذکر
تھا) یہ ایک بدعت واضح طور پر جانب حکومت سے تھی اعلیحضرت قدس سرہٗ نے سنتے
ہی بلند آواز سے کہا اللھم ھذا منکر (اے اللہ یہ ناپسند بات ہے) حدیث شریف میں ہے
کہ کوئی بُرا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کر دو نہ ہو سکے تو زبان سے روکو یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے
بُرا جانو۔ اعلیحضرت قدس سرہ نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا جبکہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے

بھی اس کا نوٹس نہ لیا (ملفوظ شریف حصہ دوم) حب مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گویا آپ کے
رگ و پے میں رچی ہوئی تھی ذرا وعظ نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں
جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنےٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً
اس سے جدا ہو جاؤ جسکو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ
معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کیطرح نکال کر پھینک دو (وصایا شریف)
اسی حب صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی گستاخ بارگاہِ رسالت کی رعایت نہ
کی بلکہ اپنے قلم کی تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا تاکہ وہ لوگ مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ
بنا کر اپنا دل خوش کرلیں اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کی شان میں گستاخی نہ کریں گے۔ ہر ذی عقل جانتا ہے
کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو
دیکھ سن کر خاموش رہنا قانونِ محبت کی رُو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ
محبوب بھی کیسا؟ جو نازش کائنات ہو۔ انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش سے محبت کے سلام و
پیام آتے ہوں صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک محبوب خدا سرور ہر دوسرا
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ و حشم کے مالک تاجدار کیطرف نگاہ
اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا چنانچہ ایک دفعہ ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف یوپی) کے نواب
کی مدح میں شعراء نے قصیدے لکھے کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدحیہ لکھنے کی گذارش کی آپ نے
نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستودہ صفات کی تعریف میں نعت
شریف لکھی کہ خود خدا نے بھی جس کی تعریف فرمائی ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ؎

کروں مدح اہلِ دوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کے جائز ہونے کے متعلق آپ نے ۱۳۱۱ھ میں ایک رسالہ
بَذْلُ الْجَوَائِزْ عَلَی الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاۃِ الْجَنَائِزْ (نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر انعامات
کی بارش) صرف ایک دن میں تحریر فرمایا اس میں اس مسئلے کی فقہی تحقیق ہے اسی سال آپ نے ایک
اور فتویٰ تحریر فرمایا جس میں حدیثی بحث ہے اس میں آپ نے کبیری شرح منیہ سے صاف

اور صریح حدیث نقل فرمائی ہے جس سے جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہمیں ان دونوں فتووں کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے عربی سے ناواقف حضرات کی سہولت کے پیش نظر عربی عبارات کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اصل عبارت اور ترجمے میں فرق ظاہر کرنے کیلئے ترجمے کے اردگرد بریکیٹ لگادی گئی ہے۔

۱۹۶۹ء میں "حیلۂ اسقاط" کا اشتہار دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کی طرف سے شائع ہوا تھا اسے بھی اضافے کے ساتھ آخر میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس کا نام "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط" (حیلۂ اسقاط کے جواز میں انتہائی احتیاط) رکھا گیا ہے اور سب سے آخر میں جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کے سلسلہ میں اعلیحضرت قدس سرہ کے مختلف فتووں کا خلاصہ درج کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ پیش نظر کتاب چار رسالوں کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور دین متین کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے

اعلیحضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ، بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی آپ عمر بھر حب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شراب طہور پلا کر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے "حی علی الفلاح" کہا ادھر آپ کے چہرۂ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز و فلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

محمد عبد الحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

استفتاء از کان پور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول واقف الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی پس از تسلیم معروض براہِ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیے گا والتسلیم محمد عبدالوہاب از کان پور مدرسہ فیض عام کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں روبقبلہ اسی ہیئات معلومہ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میت کے حق میں چند دعائیں وسورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھکر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں امید کہ اس کا شافی جواب بحوالۂ عبارات کتب معتبرۂ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولیٰ والحیاۃ العلیٰ بعد الممات وعلیٰ اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات مابعد ماض وقرب اٰت اٰمین اواخر ماہ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہل علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا اب کہ ۱۲ رجب مرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسۂ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ یا مثل اس کے کی جاتی ہے۔ یہاں یوں ہے کہ قبل تفرق صفوف روبقبلہ اسی ہیئات معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ اور اُسے حق افتا کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوے نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انہیں غلط میں ڈالتے ہیں لہذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو شخص اپنے

زمانے والوں کے حالات سے بے خبر ہو وہ جاہل ہے) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرر تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وازاحت اوہام بھی بحمد اللہ تعالیٰ نہایت کو پہنچے فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے اسی کی عنایت سے بلندی تحقیق تک پہنچا جا سکتا ہے) سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنت وجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنابہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین (مسلمان مردوں ۱۲) کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً دربارۂ دعا ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقیید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع (جائز ۱۲) ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع چند حدیثیں فتوائے اولیٰ میں گذریں یہاں بعض احادیث تازہ (مزید ۱۲) ذکر کروں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ محدود نہیں۔ **حدیث ۱** حضور پر نور سید العالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثروا الدعا دعا بکثرت کرو الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ (امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اور امام سیوطی نے اس کی صحت کیطرف اشارہ کیا) **حدیث ۲** فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ جب تم میں کوئی شخص دعا مانگے تو کثرت کرے (دعائیں ۱۲) کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح (ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے اوسط میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سند صحیح کے ساتھ روایت کی) **اقول** یہ حدیث سوال ومسئول (جس سے سوال کیا گیا ۱۲) دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسئول میں یوں کہ بہت کچھ مانگے بڑی چیز مانگے کہ آخر رب قدیر سے سوال کرتا ہے اور سوال میں یوں کہ بار بار مانگے بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے وہ تکثیر سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابن آدم (انسان ۱۲) کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے۔ فللہ الحمد وحدہٗ **حدیث ۳** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو الشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی)۔ **اقول** اس معنے کی تحقیق کہ یہاں

قضائے مبرم سے کیا مراد ہے فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعیٰ لاحسن الدعاء میں
ذکر کی **حدیث** کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر
الدعاء فیھا الحدیث بے شک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وہ دعا
کثرت کرے۔ البیھقی فی الشعب والخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام
بیہقی نے شعب میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی) **حدیث**
حضرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا ایسے کی دُعا قبول نہیں ہوتی فرماتے
ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل
یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجیب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء مسلم
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد والترمذی
وابن ماجہ جمیعاً عنہ وفی الباب وغیرہ (آدمی اگر گناہ یا رشتہ داروں سے قطع تعلق
کی دعا نہ مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ جلدی میں آکر یوں نہ کہے کہ میں نے ایک
دفعہ دُعا کی دُوسری دفعہ دُعا کی مگر مجھے تو قبول ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی اور نہ ہی افسوس کرتے
ہوئے دُعا کو ترک کرے اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا۔ اصل حدیث کو امام بخاری، مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ سب نے حضرت ابوہریرۃ سے
روایت کیا۔) **حدیث** حدیث حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطلبو الخیر
دھرکم کلہ وتعرضوا لنفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ
یصیب بہا من یشآء من عبادہ ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی
کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لیے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا
ہے پہنچاتا ہے ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ والامام الاجل العارف باللہ سیدی
محمد بن الترمذی فی نوادر الاصول والبیھقی فی شعب الایمان وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء
عن انس بن مالک وفی الشعب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وتقدم نحوہ للطبرانی
فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری
حسن صحیح اقول وقولی حسن حسن صحیح لما رأیت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ

محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔ (ابوبکر بن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدۃ" میں
اور امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے "نوادر الاصول" میں اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں
ابونعیم نے "حلیۃ الاولیا" میں انس ابن مالک سے اور "شعب" میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہما سے اس حدیث کو روایت کیا طبرانی نے محمد بن مسلمہ سے معجم کبیر میں ایسی ہی حدیث کو روایت کیا جس
کا ذکر پہلے فتوٰی میں ہو چکا عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بلا شبہ
حسن کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی روایت کے طرق متعدد ہیں شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی
حدیث کو حسن قرار دیا ہے) یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جس میں نماز
جنازہ سے قبل و بعد متصل و منفصل سب اوقات قطعاً داخل تو جس وقت دعا کیجئے بلا شبہ عین
مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع
و انکار حکم شرع کا رد و ابطال ہے اب وہ عدم نقل خصوص و عدم ورود خاص کا تسگوفہ جس سے
حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں رأساً ہباءً منثوراً ہو گیا کہ جب بتصریح تعمیم
امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل پھر کسی خاص میں عدم ورود کیا معنی یہ استناد اگر ہو گا تو
ایسا ہو گا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلٰوۃ وغیرہا بصیغ عموم وارد مگر خاص میرا نام
لے کر حکم کہاں ہے تو مجھ پر فرضیت نماز کا ثبوت نہیں آپ ذی ہوش سے کہا جائیگا کہ جب عام
نازل تو تو بھی داخل اگر مدعیٔ خروج ہے خروج ثابت کر غرض ایسا مکابرہ تو متیاس الجنون کے
اعلٰی منبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہو گا ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم
حسن عارض ہوتا ہے جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بار ثبوت اس کے
ذمہ ہے پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا۔ زائل ہوتے ہی اصل حسن کا
حکم عود کرے گا کما لا یخفٰی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب اس مقدمۂ واضحہ کے
بعد ان کلمات فقہا پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ
عوام کو مغالطہ دیں **اقول** عامۂ کتب میں یہ عامۂ اقوال ہرگز اطلاق و ارسال پر نہیں کہ بعد نماز
جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ
و ائمہ سلف و خلف کے اقوال و افعال کثیرہ متواترہ اور خود انہیں فقہا کی تصریحات وافرہ و کلمات

متظافرہ خلاصہ یہ کہ نصوص شریعت و اجماع امت اس تعمیم و اطلاق کے رد پر شاہد عدل ہیں۔ معلوم نہیں
منہ غفرلہ ۱۲
حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہو لیتی ہو۔ اگر بعد ہی ہوتی ہے
تو شاید اس وقت دعائے اموات میں جو احادیث و اقوال علما و فقہائے قدیم و حدیث
وارد ہیں اپنے ظہور بیّن کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا
ہاں انہوں نے تقیید کی اور کاہے سے کی بلفظ قیام یعنی یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے
لئے قیام یا قیام بدعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے جامع الرموز میں ہے لایقوم
داعیا لہ (میت کیلئے دعا مانگتے ہوئے قائم نہ ہو) ذخیرہ کبریٰ و محیط و قنیہ میں ہے لا یقوم بالدعاء
بعد صلاۃ الجنازۃ (نماز جنازہ کے بعد قائم ہو کر دعا نہ مانگے) کشف الغطا میں ہے۔ قائم
نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب (اسی طرح اکثر کتب میں ہے) اسی میں منقول
ہے۔ منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ (کتابوں میں ممانعت لفظ قیام کے ساتھ واقع ہوئی ہے)
تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے صریح مخالف سے تمسک و استناد کرے گا
ولکن النجدیۃ قوم یجھلون (لیکن نجدی جاہل قوم ہیں) **ثم اقول** وباللہ التوفیق
اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہا یہ حکم دے
رہے ہیں آخر نفس دعا اصلاً صالح ممانعت نہیں نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں شاید
کھڑے ہو کر دعا منع ہو یہ غلط ہے قال تعالیٰ یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم
(اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹ کر) وقال اللہ تعالیٰ وانہ لما قام عبد اللہ
یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا (اور جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب
تھا کہ جن بہت تعداد میں جمع ہو جاتے) شاید خاص میت کیلئے استادہ دعا منع ہو یہ بھی غلط خود
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میت کیلئے مروی خود فقہا فرماتے ہیں قبر کے پاس کھڑے ہو کر
دعا سنت ہے فتح القدیر میں ہے المعھود منھا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتھا والدعاء
عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع
(مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبر کی زیارت کیجائے اور اسکے پاس کھڑے ہو کر دعا کیجائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جب بقیع شریف تشریف لیجاتے تو اسی طرح کرتے) مسلک متقسط میں

منہ غفرلہ ۱۲

۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہے۔ من اٰداب الزیارۃ ان یسلم ثم یدعو قائما طویلا اھ ملخصا (آداب زیارت میں سے یہ ہے کہ آدمی قبر والے کو سلام کہے پھر دیر تک کھڑا ہو کر دعا مانگے) شاید یہ ممانعت صرف نماز جنازہ کی حالت میں ہو بعد دفن اجازت ہو یہ بھی غلط ہم نے فتوائے اولیٰ میں حدیث صحیحین[بخاری و مسلم] ذکر کی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعش مبارک امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المؤمنین شہید کیلئے دعائیں کرتے رہے پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حُسن وایراث قبح کی صلاحیت بھی تو ہو یا خواہی نخواہی یونہیں مزاحم ہو جائیگا آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میت کو اور نہ مطلوب ومندوب بھی مکروہ ومعیوب کر دیگا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اور جزم کرلیا کہ کوئی معنیٰ خاص مقصود ہے جو مناط ومنشاء حکم ہو سکے پھر وہ ہے کیا اس کے لئے اس نے پایۂ راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام ومناہج کلام[جو منع کا سبب ہو ۱۲] ودلائل احکام پر نگاہ ڈالی۔ معانی قیام دو نظر آئے ایک تو کہ مخالف خفتن ونشستن ہے اور توقف ودرنگ کہ مقابل عجلت وشتاب ہے۔[کلام کے طریقے ۱۲]

کما بیناہ فی الفتاوی الاولیٰ ومنہ قول القائل ؎

ولا یقوم علی ذل یراد بہ　　الا الاذلان عیر الحی والوتد

فلیس المراد ان حمار الحی عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولا یقعد بخلاف غیرہ فانہ یقعد انما اراد ان الحمار الحیی یدوم ویصبر علی الذل اما غیرہ فلا یرضی بہ (اس شعر میں "یقوم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کا معنی یہ نہیں کہ نجدی گدھے کو جب ذلیل کرنے کا ارادہ کیا جائے تو کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں دوسرے اس طرح نہیں کرتے اس لئے کہ وہ بھی بیٹھ جاتا ہے بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ نجدی گدھا ٹھہرا رہتا ہے اور ذلت پر صبر کرتا ہے دوسرے یوں نہیں کرتے) مناہج کلام[کلام کے طریقے ۱۲] بھی دو پائے کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القہستانی بلکہ کہیں قبل نماز کی بھی صاف تصریح فی کشف الغطاء وبیش از نماز[نماز جنازہ سے پہلے ۱۲] نیز قیام بدعا ناپسند زیرا چہ دعا میکند بدعائیکہ او فرد اکمل است بودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس (کشف الغطاء میں ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے بھی قیام بدعا ناپسند ہے کیونکہ اعلیٰ واکمل دعا یعنی نماز جنازہ کرنے والا ہے اسی طرح تجنیس میں ہے) حالانکہ بیش از نماز دعا خود احادیث صحیحہ میں حضور اقدس

لہ قیام کا ایک معنی کھڑا ہونا ہے [illegible] اور دوسرا معنی [illegible] ۱۲

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت وقد ھر بعضہا فی الفتوی الاُولی دکچھ حدیثیں پہلے فتویٰ میں گذر چکی ہیں، دلائل احکام بھی دو ملے کہیں نماز جنازہ میں زیادۃ کا شبہ کما فی المحیط و القنیۃ وغیرہما۔ کہیں یہ کہ ایک بار دعا کر چکا کما نقل عن وجیز الکردری دجیسے وجیز الکردری سے نقل کیا گیا) یا اس سے افضل دعا کریگا کما عن التجنیس اب جو اصول و فروع شرع پر نظر کرے تو ایک بار دعا ہو چکنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع و انکار دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا۔ ورنہ ایک بار سے زیادہ دعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی حالانکہ نصوص متواترہ و اجماع امت سے اس کی تکثیر محبوب یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع و مکروہ قرار پائے کہ قعدۂ اخیرہ میں دعا کر چکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدہ اخیرہ میں بھی دعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل و اکمل دعا ہو چکی خاص محل سخن میں نظر کیجئے تو خود میت کے لئے بھی قبل از نماز جنازہ و لبعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاُولیٰ دجیسے کہ فتویٰ اولیٰ میں ہم نے ذکر کیا) حضور والاصلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کر چکے ہیں یا افضل و اکمل دعا فرمانے والے ہیں معہذا ان وجوہ پر قیام و قعود سب یکساں کیا بیٹھ کر دعا کریگا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کر چکا ہے یا کرنے والا ہے تو کیا قید قیام پر تطافر کتب غلط و تغلیط ہے یا یہ دلائل دعویٰ سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلام علما کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ و اجماع امت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز اتساق کلام و تطابق دلیل و دعویٰ سے صراحۃً دور پڑیں ان کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذ اللہ ان کے کلام کو کلام مجانین سے ملحق کر دینا ہے جب نظر صحیح نے بعونہ تعالیٰ سب کانٹے راہ حق سے صاف کر لئے قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دیکر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف و درنگ ہی ہے اتنا کہتے ہی بحمد اللہ تعالیٰ سب اعتراض و اشکال دفعۃً اٹھ گئے اور بات میزان شرع و عقل پر پوری جچ گئی فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائیگی تکثیر دعا بے شک محبوب ہے مگر اس کیلئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دفن و نماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم

(حاشیہ بین السطور: مخالفت کرے دلائل ۱۲ — زیادۃ ۱۲ — اسکے باوجود ۱۲ — کھڑا ہونا اور بیٹھنا ۱۲ — موافقت ۱۲ — ترتیب ۱۲ — بے دقوفوں کے کلام سے ملانا ۱۲ — رہنما ۱۲ — ٹھہرنا اور دیر کرنا ۱۲ — منطبق ہو گئی ۱۲ — دیر ۱۲ — تاخیر ۱۲ — بروز جمعہ مرنے والے ۱۲)

(حاشیہ: ۲۔ جیسے محیط، قنیہ وغیرہ میں ہے ۱۲ — آخری التحیات)

شریک جماعت جنازہ ہو تنویر الابصار میں ہے۔ کرہ تاخیر صلاتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ (میت کی نماز جنازہ اور دفن کرنے کو اس غرض سے مؤخر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے لوگ اس کی نماز جنازہ ادا کرینگے مکروہ ہے) غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ دعا شرعاً ضروری و واجب نہیں جسکے لئے قیام و درنگ پسند کریں شرع میں جتنی دُعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علمائے کہ دعا ہوچکی یا ہونے والی ہے۔ ھکذا ینبغی ان یفہم الکلام واللہ ولی الہدایۃ والانعام (علماء کی کلام کو اس طرح سمجھنا چاہیئے اللہ تعالےٰ ہی مالک ہدایت وانعام ہے) اور واقعی جو اس معنے قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس القہستانی (جیسے کہ شمس قہستانی نے کیا) یا بالتصریح قبل و بعد نماز دونوں وقت کو لے لینا کما صنع الامام البرھان الفرغانی (جیسے کہ امام برہان فرغانی نے کیا) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن و ازین تھا کہ باین معنی قیام قبل و بعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر معللہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃ جنازہ مہیا نہیں ہوتا امور ضروریہ غسل و کفن جاری ہوتے ہیں تو اس وقت دُعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالباً کوئی حالت منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہا اکثر امور غالبہ پر مبنی ہوتا ہے و مع ھذا فالوجہ الاظہر عدجمیع المقیدات من القسم الآتی فانہ ھو الاقعد الاوفق کما لایخفی (باین ہمہ ان تمام مقیدات کو آئندہ قسم سے شمار کرنا بہتر ہے اس لئے کہ یہی بہتر اور مناسب ہے جیسے کہ مخفی نہیں) یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا رہی قسم اولےٰ یعنی جن کے کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہ زیادت سے تمسک ہے اقول و باللہ التوفیق۔ بدیہیات جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ھرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالات سالفہ کے علاوہ نفس تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہو چکی کل استادہ دعا کرو تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہوا جرم بعدیت بلا فاصل بیّن مقصود جس میں نقض صفوف و تفرق رجال بروجہ اولیٰ داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی۔ کما بیّناہ فی الفتوی الاولےٰ

کھڑے ہو کر ۱۲ · گذشتہ ۱۲ · ظاہر ۱۲ · صفوں کو توڑنا اور مردوں کا بکھر جانا ۱۲ · خوب ۱۲

وهو بين بنفسه عند اولی النهی وان تبتغ زيادة فاستمع لما يتلی (جیسے کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا یہ واضح ہے اور اہل عقل پر مخفی نہیں اگر مزید کچھ ضرورت ہے تو سنئے) صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی سلام امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا کر فرمایا لاتعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها بالصلوٰة حتى تكلم او تخرج فان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم امرنا بذلك ان لا نوصل صلاة بصلاة حتى نتكلم او نخرج اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کر دیا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اس لئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو جمعہ میں دو رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو امام اجل ابوزکریا نووی منہاج، میں فرماتے ہیں افضله التحول الى بيته والا فموضع اٰخر من المسجد او غيره ليكثر مواضع السجود ولتنفصل صورة النافلة من صورة الفريضة (بہتر یہ ہے کہ نفل گھر جا کر پڑھے یا مسجد کی کسی دوسری جگہ یا کسی اور جگہ پڑھے تاکہ سجدے کی جگہیں متعدد ہو جائیں نیز نفل اور فرض میں صورۃً فرق بھی ہو جائے) ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۲ میں فرماتے ہیں (اذا صليت الجمعة) هی مذکورہ بالا حدیث کے تحت ۱۲ مثال اذ غيرها كذلك ويؤيده ما ياتى من حكمته ذلك ذكره ابن حجر ويحتمل ان ذكر الجمعة للتاكيد الزائد فى حقها لاسيما ويوهم انه يصلى اربعا وانه الظهر وهذا فى مجتمع العام سبب للايهام (فلا تصلها بالصلوٰة حتى تكلم) اى احدا من الناس فان به يحصل الفصل لا بالتكلم بذكر الله تعالٰى (او تخرج) اى حقيقة او حكما بان تتاخر عن ذلك المكان والمقصود بهما الفصل بين الصلاتين لئلا يوهم الوصل فالامر للاستحباب والنهى للتنزيه اھ ملخصًا (اذا صليت الجمعة جمعہ کا ذکر بطور مثال ہے اسلئے کہ دوسری نمازوں میں بھی یہی حکم ہے حدیث میں اس کے بعد جو حکمت بیان کی گئی ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے دیہ ابن حجر کی تقریر ہے) ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہو کہ اس کے متعلق خاص طور پر تاکید کرنا مقصود ہو کیونکہ جمعہ کے بعد متصل دو سنتیں پڑھنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ جمعہ کی چار

رکعتیں پڑھی گئی ہیں اور شاید یہ ظہر ہی ہے عام مجمع میں لازماً یہ وہم ہو سکتا ہے (فاء تصلها
بالصلوٰۃ حتی تکلم) کسی آدمی سے کلام کئے بغیر جمعہ کے ساتھ کسی نماز کو نہ ملا اس لئے کہ اسی
طرح دونوں نمازوں میں فرق ہو سکتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فرق نہیں ہو سکتا (او تخرج)
یا تو نکل جائے حقیقۃً (یعنی اس جگہ سے ہی باہر چلا جائے) یا حکماً یعنی اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ
چلا جائے بہر دو صورۃ مقصد دو نمازوں میں فرق کرنا ہے تاکہ دو نمازیں جمع نہ ہو جائیں لہٰذا امر
استحباب کیلئے اور نہی تنزیہی ہے، یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہ کے دفع کو اسجگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعد
نقض صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں لاجرم معنی یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیأت پر بدستور
صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں تاکہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو یہ معنی صحیح و سدید
بے غبار و فساد ہیں اور عقل سلیم کے نزدیک نفس عبارت دلیل سے بالتعین مستفاد یہاں سے
روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہ تقیید بھی منکشف
ہو گئی اور بعض علماء کا وہ استظہار بھی ظاہر ہو گیا اگر نشستہ دعا کند جائز باشد بلا کراہت فی الواقع
بیٹھ جانا بھی نماز جنازہ سے فاصل بین ہو سکتا ہے کہ اسکے بعد شبہہ زیادت نہیں مگر نقض
صفوف اس سے بھی اتم و اکمل ہے کما لا یخفی اب بحمد اللہ تعالیٰ تمام کلمات علماء منتظم ہو گئے اور
مسئلہ کی صورت و وجوہ مع دلائل شمس دامس کیطرح روشن ہو گئیں بحمد اللہ نہ کلمات علماء میں باہم
اختلاف ہے نہ اصول و قواعد شرع و عقل سے خلاف ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست و بجا ہے اور منکرین
زمانہ کی جہالات و سفاہات سے پاک و جدا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق
(تحقیق اس طرح لائق ہے اور اللہ تعالیٰ ولی توفیق ہے) اور ایک نہیں صدہا جگہ دیکھئے گا کہ کلمات علمائے
کرام بظاہر سخت مضطرب و متخالف معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گذر جانے والا شدت
تصادم سے پریشان ہو جائے یا رجماً بالغیب خواہ پیش خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی
سے اعراض و انکار پر آئے اور جب میزان نقد و تحقیق اسکے ہاتھ میں پہنچے جسے مولیٰ تعالیٰ جل وعلا نظر تنقیح
سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اسکے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر
سلک معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگ ائتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب
کے حضور شب دیجور کیطرح کافور ہو جائیں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

تحقیق کے سورج کے سامنے ۱۲

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ
واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے
عطا فرماتا ہے۔ اسکا فضل وکرم بہت ہی عظیم ہے میرے رب مجھے اس نعمت کا شکر کرنیکی توفیق دے جو
تونے مجھے اور میرے والد کو دی اور مجھے پسندیدہ کام کرنیکی توفیق عطا فرما مجھے اور میری اولاد کو صلاحیت
عطا فرما میں تیرے دربار میں حاضر اور مسلمان ہوں) ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت
کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ
مکروہ (زاہدی نے کہا ابوبکر بن حامد سے روایت ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ مکروہ ہے)ع یہ تو حضرات
منکرین کی بڑی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں اقول و باللہ التوفیق یہ تو حضرات منکرین پر بڑی
تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں جس نے ہمارا کلام بالا بنظر امعان وانصاف دیکھا ہے اس
پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد (قید دی گئی) مستدل صاحبوں پر اتنی ہی آفت سخت کیا نماز جنازہ
(خواہ کسی وقت ہو چاہے بعد از دفن ہو) کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت باجماع امت باطل نہیں کیا نصوص قولیہ وفعلیہ حضور معلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم واقوال تمام ائمہ سلف وخلف اسکے بطلان پر شاہد عادل نہیں کیا یہ اطلاق یوہیں عنان گستہ
(حالانکہ زیارت کے وقت دعا مانگنا سنت ہے ۱۲) رہے تو دعائے زیارت قبور اس میں داخل نہیں تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو بلکہ وہی
بعدیت متصلہ بے فاصل ہیں اب قید قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں۔ کما
قررنا۔ تو اس کا مرجع بعینہ انہیں اقوال قسم اول کیطرف اور شبہہ مانعین یکسر بر طرف تحقیق
نظر فقہی تو بحمد اللہ تعالیٰ یہاں تک بر وجہ اتم واجمل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسف اس حکایت کے
ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے اور خواہی نخواہی اطلاق وتوسیع بعدیت
(یعنی مناظرانہ سوالات اعتراض حاضر ہیں ۱۲) کی طرف کھینچے تو بہت بہتر بعونہ تعالیٰ ہم سے ایرادات مناظرانہ لے فاقول اولاً بعدیت ع متصلہ ہے یا

ع یعنی امام ابن حامد کے قول کا اگر یہ معنی ہے کہ نماز کے بعد متصل دعا مانگنا ناجائز ہے تو یہ خود منکرین کے لئے نقصان
دہ ہے کیونکہ اہلسنت وجماعت جنازہ کے بعد متصل دعا نہیں مانگتے بلکہ صفیں توڑ کر دعا مانگتے ہیں
لہٰذا انکار بے سود اور اگر یہ معنی ہو کہ جنازہ کے بعد کسی وقت بھی دعا مانگنا جائز نہیں تو یہ
اجماع اور احادیث متواترہ کے خلاف جیسے کہ اس سے قبل تفصیلاً ذکر ہوا۔ اور اگر ان
دونوں صورتوں کے درمیان کوئی معنی مراد ہو تو وہ مجمل ہے اس کی تفصیل اور تعیین کون کرے گا۔

مطلقہ[1] یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط نہ ایک تقیید دوسری سے اولی بالقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل بہر حال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں ثانیاً (بعبارۃ اخریٰ) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارت قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز مانتا ہوگا تو اب نظر تعیین تقیید میں رہی قید اتصال کے ظہور وانضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ثالثاً یہ اطلاق[2] کلمات باقین کے مخالف اگر لوجہ اتحاد حکم و حادثہ حمل مطلق علے المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول فی الدر المختار من باب التعذیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم اھ وقبیل فصل فی الحائط المائل یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ اھ ونقل نحوہ فی رد المحتار آخر مضاربۃ عن مجموعۃ ملا علی قاری وقال المولی علی القاری فی المسلک المتقسط اطلاقہم لاینافی تقیید الکرمانی اھ قال الشامی ای فیحمل المطلق علی المقید اھ وذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل قبیل باب الاحصار وقال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر اھ وفی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر اھ واول باب

---

[1] یالفاظ دگر یہ دوسرا اعتراض ہے کہ ابن حامد کے قول "نماز جنازہ کے بعد دعا ناجائز ہے" کا یہ معنی تو منکرین بھی نہیں کرسکتے کہ جنازہ کے بعد کسی وقت بھی دُعا جائز نہیں کیونکہ زیارت قبور کے وقت وہ بھی دعا کو جائز مانتے ہوں گے لہٰذا مذکورہ بالا قول میں ضرور کسی قید کا اضافہ کرنا پڑیگا۔ اب دو ہی صُورتیں ہیں یا تو یہ معنی لیا جائے کہ جنازہ کے بعد متصل دُعا ناجائز ہے اور اگر صفیں توڑ کر کیجائے تو جائز ہے یہ ظاہر اور معقول ہے یہی ہمارا مدعا ہے یا کوئی اور معنی مراد لیا جائے تاہم اس صورۃ میں مخالف کیلئے یہ قول دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ پہلی صورۃ کا بھی احتمال ہے اور احتمال کے ہوتے استدلال درست نہیں ہوتا ۱۲

[2] یعنی ابن حامد کے قول کا اگر یہ معنی لیا جائے کہ جنازہ کے بعد کسی وقت بھی دُعا جائز نہیں تو اکثر علما کے گذشتہ اقوال کے مخالف ہونے کی وجہ سے نامقبول اور اگر یہ دیکھا جائے کہ واقعہ ایک ہے لہٰذا اس قول کا بھی وہی معنی ہے جو دوسرے علماء کی عبارت سے مُراد ہے یعنی جنازہ کے بعد دُعا کیلئے دیر تک ٹھہرنا اور اسی طرح کھڑے ہو کر صفیں توڑے بغیر دعا کرنا ناجائز ہے تو درست ہے اور ہمارے موافق ۱۲

صلاۃ الخوف لا یعمل بہ لانہ قول البعض اھ وقال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لا یجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر اھ نقلہ فی العقود الدریۃ اٰخر الباب الاول من الوقف (درمختار باب التعذیر میں ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ علماء کی کلام میں مخالفت نہ رہے اھ فصل فی الحائط المائل سے کچھ پہلے ہے کہ فتاوٰی جس طرح بغیر کسی قید کے واقع ہے اسے مقید پر محمول کیا جائے گا کیونکہ حکم بھی ایک ہے اور واقعہ بھی ایک اھ اسی طرح ردالمحتار میں مجموعہ مُلّا علی قاری سے باب مضاربت کے آخر میں منقول ہے مُلّا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں کہ علماء کا کسی قید کو ذکر نہ کرنا کرمانی کی تقیید کے مخالف نہیں (یعنی دوسرے علماء کی کلام میں بھی وہ قید معتبر ہے) اھ علامہ شامی نے فرمایا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا اھ اس سے کچھ بعد باب الاحصار سے کچھ پہلے بھی اسی طرح ذکر کیا باب التیمم سے کچھ پہلے فرمایا کہ اہل علم نے تصریح کی ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائیگا باب صلوٰۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی تصنیف امداد الفتاح سے نقل کیا کہ قاعدہ یہ ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائیگا باب صلوٰۃ الخوف کی ابتداء میں ایک قول کے متعلق فرمایا اس پر عمل نہیں کیا جائیگا کیونکہ یہ بعض کا قول ہے اھ شرح اشباہ میں علامہ بیری نے فرمایا عند المشائخ ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اھ اسے العقود الدریہ وقف کے باب اول کے آخر میں نقل کیا) رابعاً اس حکایت کا حاکی زاہدی اور محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصاً ایسی حکایت میں کہ بمعنیٰ مفید مخالف اصلاً قواعد شرع سے مطابق نہیں۔ فی ردالمحتار اول الطہارۃ کتاب القنیۃ مشہور بضعف الروایۃ اھ وفی العقود الدریۃ اٰخر الکتاب ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی ما نقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النھر ایضاً اھ ونقلہ ایضا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقۃ القنیۃ لیست من کتب المذھب المعتمدۃ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں ہے قنیہ ایسی کتاب ہے جو ضعیف روایات میں مشہور ہے اھ العقود الدریہ کے آخر میں ہے کہ ابن وہبان نے کہا صاحب قنیہ

"بیان کرنے والا" "جس کتاب میں یہ قول بیان کیا گیا"

۱۲ منہ حفظہ ربہ تعالیٰ

یعنی زاہدی کی مخالف قواعد نقل کیطرف توجہ نہیں دی جائیگی جب تک کسی اور کی روایت سے تائید نہ ہو جائے اسی طرح نہر میں بھی ہے اھ دُرّ میں بھی بواسطہ مصنف ابن وہبان سے قنیہ کا ضعف نقل کیا ہے طحطاوی نے کتاب الصوم میں فصل فی العوارض سے تقریباً ایک صفحہ پہلے ذکر کیا کہ قنیہ مذہب کی کتب معتمدہ سے نہیں ہے) خاصاً زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اموات مسلمین کیلئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرہما (جیسے کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے) اس کی عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ ومسئلۃ فی الذبائح ومسئلۃ فی الحج وغیر ذلک کما بینہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرہما فی مواضعہ (جیسے کہ اس نے کتاب الاشربہ پینے والی نشہ آور چیزوں کی کتاب) کے ایک مسئلہ ذبائح اور حج کے ایک مسئلہ وغیرہ میں کیا چنانچہ درمختار ورد المحتار وغیرہ میں مناسب مقامات پر اسکی نشاندہی کیگئی ہے) اسکا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اسکا خوگر ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کہ اسکی نقل پر بھی اعتماد نہیں ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے اور بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنی کتاب "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں کیا وباللہ التوفیق۔ سادساً وہ بے چارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت وتمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قول اکثر کی راہ چلتا ہے۔ حیث قال بعد ما مر وقال محمد بن الفضل لاباس بہ ظ ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ اھ فافہم (گذشتہ عبارت کے بعد کہا محمد بن فضل کہتے ہیں بعد از جنازہ دعا میں کچھ حرج نہیں ظ اور آدمی نماز جنازہ کے بعد قیام کرکے دعا نہ مانگے مصنف کہتا ہے کہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے غور کیجئے اس عبارت کا کیا مفاد ہے) سابعاً سب جانے دو تو غایت درجہ یہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہو گی کتب فقہ میں فتویٰ جانب جواز ہے

حاشیہ: تہمت زدہ ۱۲ — خدا انہیں رسوا کرے ۱۲ — عادی ۱۲ — معتبر ۱۲ — بے وقوفوں ۱۲ — ہوتے ہوتے ۱۲ — زیہاں ۱۲ — تضعیف ۱۲ — بعد از جنازہ دعا مانگنے کے جواز پر ۱۲

کشف الغطا میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است
ہمین است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفقہ انتہیٰ (دفن سے پہلے میت کے لئے فاتحہ اور دعا درست
ہے اسی روایت پر عمل اسی طرح خلاصۃ الفقہ میں ہے) علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوےٰ
یعنی "ہمیں است روایت معمولہ" قوت و شوکت میں علیہ الفتویٰ وبہ یفتی کے برابر ہے جو آکد الفاظ
فتاہیں۔ فی الدر المختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرھا
فی ردا لمحتار یظہر لی ان لفظ علیہ العمل مساو للفظ الفتویٰ اھ (درمختار میں ہے
کہ لفظ فتویٰ صحیح اصح اشبہ وغیرہ الفاظ سے زیادہ پختہ ہے شامی میں ہے مجھے یوں معلوم ہوتا کہ علیہ العمل
(اسی پر عمل ہے) لفظِ فتویٰ کے برابر ہے) الحمد للہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر آوردہ شک و وہم زائل
و بابر ہوا امید ہے کہ اس فتویٰ میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیہ انظار اولی الابصار ہوئے
سب حصہ خاصہ خامہ فقیر ہوں کہ تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں ذلك من فضل اللہ علینا و
علی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون والحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ
اجمعین (یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ تمام تعریفیں
رب کائنات کیلئے اور صلوٰۃ وسلام اکرم الخلق ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر) بالجملہ عبارات فقہاء صرف دو صورتوں سے متعلق
ہیں۔ ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیأت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا دوسرے
قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا ظاہرا اس صورت میں
کراہت تحریمی تک ہو سکتی ہے اور صورت اولیٰ میں صرف تنزیہی ابھی مرقاۃ سے گذرا کہ ایہام زیادت
موجب کراہت تنزیہ ہے وبس جس کا حاصل خلاف اولیٰ یعنی بہتر نہیں یہ کہ ممنوع و ناجائز ہو بعض
علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا سخت زلت کبیرہ ہے جس
کے بطلان پر صدہا کلمات ائمہ و دلائل شرعیہ ناطق فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس قول کے رد میں
چند مختصر سطور مسمّٰی بہ

جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھًا لیس بمعصیۃ ۱۳۰۴ھ

خلاصہ مطلب

"یہ بات ظاہر کرنیوالے چند جملے کہ مکروہ تنزیہی معصیت نہیں" لکھیں خیر یہ دو صورتیں تھیں جن سے کلمات فقہا باحث ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ دعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اس انداز پر ہو، بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کیحالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتی نہ کلمات علماء میں اس کا انکار بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے باقی کلام فتوائے اولیٰ میں مذکور ہوا و باللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضح صواب چاردہم رجب مرجب روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقت عشا تمام اور بلحاظ تاریخ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز" (نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر انعامات کی بارش) نام ہوا۔

(یعنی سوموار جاں افروز اسلئے فرمایا کہ سید الانبیاء ...)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَ اَكْمَلُ السَّلَامِ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْن

عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبہ

عفی عنہ بمحمدنِ المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تحقیقِ حدیث پرمشتمل فتویٰ!

(از اعلیٰحضرت قدس سرہٗ)

مسئلہ از بمبئی جامل محلہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ محمد عمر الدین صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں کسی فتنے میں گرفتار نہ فرما ہمیں اور اسے بخش دے) یا مثل اس کے کی جاتی ہے جیسے کہ بمبئی اور اس کے اطراف مانند مالاگاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف ومتعامل ہے درست ہے یا نہیں اور برتقدیر جواز بعض اشخاص جو اس کو حرام وممنوع کہتے ہیں ان کا قول صحیح ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوٰۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیوٰۃ الاولیٰ والحیوٰۃ العلیٰ بعد الممات وعلیٰ اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات مابعد ماضٍ وقرب اٰتٍ اٰمین۔

فصلِ اول ۔ اموات مسلمین کیلئے دعا قطعاً محبوب وشرعاً مندوب جس کی ندب وترغیب مطلق پر آیات واحادیث بلا توقیت وتخصیص ناطق تو بلاشبہ ہر وقت اس پر حکم جواز صادق جب تک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو۔ مطلق شرعی کو از پیشِ خویش (اپنے طور پر ۱۲) موقت (مقید ۱۲) اور مرسل کو مقید کرنا تشریع من عند النفس ہے اور نماز ھرچند اعظم واجل طرق ہے مگر اس پر اقتصار کا حکم نہ اس کے اغنا (۱ یعنی یہ کہنا کہ صرف نماز پڑھ لینا کافی ہے ۱۲) پر جزم۔ بلکہ شرع مبارک وقتاً فوقتاً بکثرت

۱ یعنی یہ کہنا کہ صرف نماز پڑھو اس کے ہوتے ہوئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں نادرست ہے ۱۲

اور بار بار تعرض نفحات رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہو جائے صحیح حدیث میں حضور اقدس سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیکثر من الدعاء آدمی کو چاہیئے کہ دعا کی کثرت کرے، اخرجہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال صحیح واقرہ (اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کیا اور کہا کہ صحیح ہے) مستدرک وصحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ فرماتے ہیں لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد دعا میں کسل وکمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا قال فی الحرز المعنی لا تقصروا ولا تکسلوا فی تحصیل الدعاء (حرز میں کہا معنی یہ ہے کہ تم دعا مانگنے میں کمی اور سستی نہ کرو) مسند ابی یعلیٰ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تدعون اللہ تعالیٰ فی لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المؤمن دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ طبرانی، کتاب الدعا ابن عدی کامل امام ترمذی نوادر وبیہقی شعب الایمان میں بعد ابوالشیخ وقضاعی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ یحب الملحّین فی الدعاء بے شک اللہ تعالیٰ بکثرت وبار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابداً یعنی تمہارے رب کیلئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں، رحمتیں، تجلیاں ہیں تو ان کی تلاش رکھو (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دعا مانگتے رہو تمہیں کیا معلوم کس وقت رحمتِ الٰہی کے خزانے کھولے جائیں، شاید ان میں سے کوئی تجلی تمہیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے۔

قال العلامۃ المناوی فی التیسیر فتعرضوا لھا بتطھیر القلب وتزکیۃ من الاکدار والاخلاق الذمیمۃ والطلب منہ تعالیٰ فی کل وقت قیاماً وقعوداً وعلی الجنب ووقت التصرف فی اشغال الدنیا فان العبد لا یدری

فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن (علامہ مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں تم دل کو دنیا کی میل کچیل اور برُے اخلاق سے پاک صاف کرکے رحمت کے جھونکوں کی تلاش کرو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت کھڑے بیٹھے لیٹے اور امور دنیا میں مصروفیت کے وقت رحمت طلب کرو نہ معلوم کس وقت رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں) سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا قال حدیث حسن جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اس میں کسل نہ کرو بکثرت مانگو رات دن مانگو ہر حال مانگو تو ایک بار کی دعا پر اقتصار کیونکر مطلوب شرع ہو سکتا ہے لاجرم حضور پُرنور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل نماز ولبعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور مسلمانوں کو دُعا کا حکم دینا ثابت ہے۔

مسلم عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرًا فان الملٰئکۃ یؤمّنون ما تقولون وھو عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ (الی ان قالت ثم قال اللّٰھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفرلنا ولہ یارب العالمین وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ' ابوداؤد والحاکم وصححہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت انہ الاٰن یسئال احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعی النجاشی لاصحابہ ثم قال استغفروا لہ ثم خرج باصحابہ الی المصلی ثم قام فصلی بھم کما یصلی علی الجنازۃ ابن ماجۃ والبیھقی فی سننہ عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما اخذ فی تسویۃ اللبن علی اللحد قال اللّٰھم اجرھا من الشیطان وعذاب القبر اللّٰھم

جاف الارض عن جنبيها و صعد روحها ولقها منك رضوانا قلت يا ابن عمر اشيئ سمعته من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ام قلتہ برأیك قال انی اذاً القادر علی القول عن شئ سمعتہ من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ھذہ روایۃ ابن ماجۃ وفی اخریٰ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللّٰھم اجرھا من الشیطان وعذاب القبر فلما سویٰ اللبن علیھا قام جانب القبر ثم قال اللّٰھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منك رضوانا ثم قال سمعتہ من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم (امام مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو بہتر بات (دعائے خیر یا اس کے علاوہ کلمات خیر) کہو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں۔ امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو سلمہ (کی وفات کے بعد ان) کے پاس تشریف لائے ان کی آنکھیں کھلی تھیں آپ نے انہیں بند کر دیا (یہاں تک کہ ام سلمہ نے فرمایا کہ) پھر آپ نے کہا اے اللہ ابو سلمہ کو بخش دے اس کے درجے ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما اور دائمی ذکر خیر اس کے باقی رہنے والوں میں رکھ اے رب کائنات ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کی قبر کو فراخ اور منور فرما۔ ابوداؤد اور حاکم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی کا سوال کرو اس سے اب سوال ہونے والا ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو حضرت نجاشی کی وفات کی اطلاع دی پھر فرمایا اس کیلئے مغفرت کی دعا کرو پھر صحابہ سمیت جنازہ گاہ تشریف لے گئے اور اسیطرح کھڑے ہو کر صحابہ کو نماز پڑھائی جیسے نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے ابن ماجہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کے سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے جب میت کو قبر میں رکھا تو کہا ہم اللہ

خدا کا نام لے کر اسکے سپرد کرتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر رکھتے ہیں' جب لحد پر کچی اینٹوں کی چنائی شروع کی تو کہا اے اللہ اسے شیطان اور عذاب قبر سے بچا اے اللہ اس کے دونوں طرف سے زمین کو وسیع فرما اور اس کی روح کو اعلیٰ علیین میں پہنچا اور اسے اپنی رضا عطا فرما (سعید بن مسیب فرماتے ہیں) میں نے کہا اے ابن عمر کیا ایسی شے ہے جسے آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنایا آپ نے اپنے طور پر یہ سب کچھ کہا آپ نے فرمایا میں ایسی بات بتا سکتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا یہ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے دوسری روایت میں ہے کہ جب ابن عمر لحد درست کرنے لگے تو کہا اے اللہ اسے شیطان اور عذاب قبر سے بچا' جب کچی اینٹوں کی چنائی کر دی تو قبر کی ایک طرف کھڑے ہو گئے اور کہا۔ اے اللہ زمین کو اس کے ہر دو پہلو سے فراخ فرما اور اس کی روح علیین میں پہنچا اور اسے اپنی رضا عطا فرما پھر فرمایا میں نے یہ بات رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے)

احادیث اس بارہ میں حد شہرت و استفاضہ پر ہیں - انہیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر و عاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جواب[۱] میں مذکور ہوئی -

[۱] یعنی جواب مجیب اول کہ بغرض تصدیق از مبیئ آمدہ بود عبارتش از یں مقام اینست (یعنے پہلے مجیب کا جواب کہ مبئی سے بغرض تصدیق آیا تھا اس کے اس مقام کی عبارۃ یہ ہے) اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو زیادہ صریح لیجیے کبیری شرح منیہ میں عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے۔ قال التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر وکشف مابینہ وبین الشام فھو ینظر الی معارکھم فقال علیہ السلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعا لہ قال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء (کہ صحابہ کرام مقام موتہ میں مصروف پیکار تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے آپکے اور شام کے درمیانی حجابات اٹھ گئے آپ میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے حتی کہ آپ نے فرمایا اب زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا ہے وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے آپ نے ان پر نماز پڑھی اور دعا کی اور فرمایا ان کے لئے دعائے مغفرت کرو وہ جنت میں داخل ہو کر چل پھر رہے ہیں پھر جعفر ابن ابی طالب نے جھنڈا تھاما وہ آگے بڑھے اور

باقی صفحہ ۲۶ پر۔

اقول وھو ان کان مرسلا بطریقتہ فالمرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور ثم الثابت عندنا توثیق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ حملھا علی معانیھا الشرعیۃ فالصلوٰۃ غیر الدعاء ثم التاسیس خیر من التاکید فالدعاء غیر الصلوٰۃ (میں کہتا ہوں یہ اگرچہ ان کے طریقے سے مرسل ہے (لیکن کچھ حرج نہیں) کیونکہ مرسل احناف اور اکثر کے نزدیک دلیل ہے پھر (یہ بھی پیش نظر رہے کہ) ہمارے نزدیک امام واقدی معتبر ہیں جیسے ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا اور (یہ بھی ملحوظ رہے) کہ شریعت میں مستعمل الفاظ کو شرعی معنوں پر محمول کرنا چاہیئے لہٰذا صلوٰۃ سے نماز جنازہ مراد ہوگی نہ کہ دُعا یہ بھی تو دیکھئے کہ دوسرے لفظ سے پہلے لفظ کا معنےٰ مراد لینے کی بجائے نیا معنےٰ مراد لینا بہتر ہے پھر بھی دعا اور صلوٰۃ الگ الگ چیزیں ہوں گی) پھر جب دُعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثر مستحب اور قبل نماز و بعد نماز ہر طرح مستحب تو بعد نماز متصلا اس سے کون مانع بلکہ یہ وقت تو خاص مظنۂ نفحات ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصاً فریضہ خصوصاً نماز حالت رحمت و رحمت الٰہی سبب اجابت ولہٰذا دعا سے پہلے تقدیم عمل صالح مطلوب ہوئی کما فی السنن (جیسے کہ کتب حدیث میں ہے)

قال القاری وتقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببا لقبولہ کما فی حدیث

بقیہ صفحہ ۲۵ سے آگے: شہید ہوگئے آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی اور فرمایا ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرو وہ جنت میں داخل ہوگئے اور پروں سے اُڑ کر جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے امر فرمایا ہے پس صورت مسئولہ کے جواز میں کیا کلام رہا انتہی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَاءَ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لئے خلوص سے دُعا کرو رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ "فَاَخْلِصُوْا" جزا ہے اِذَا صَلَّیْتُمْ کی اور جزا شرط سے مؤخر ہی ہوتی ہے نیز فَاَخْلِصُوْا کی فاء بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ دُعا بعد از نماز ہے کیونکہ فاء کا معنی یہ ہے کہ مدخول فاء واقع ہے ماقبل سے مؤخر بلا تراخی ہے کما فی اکثر کتب اصول الفقہ ولا یلتفت الی مایقال ان معناہ اذا اردتم الصلوٰۃ علی المیت کما فی قولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ معناہ اردتم القیام الی الصلوٰۃ فان الالفاظ لابد ان تکون محمولۃ علی معانیھا مالم یصرف عنھا صارف ولم یوجد۔)

ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلاۃ التوبۃ علی ما سیأتی فی اصل الکتاب و رواہ الاربعۃ وابن حبان ومُلّا علی قاری فرماتے ہیں کہ دُعا سے پہلے کوئی نیک کام کر لینا چاہیئے تاکہ دُعا کی قبولیت کا ذریعہ بنے جیسے کہ نماز توبہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے جیسے کہ عنقریب اصل کتاب میں آئیگا اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا۔) ولہذا ختم قرآن و اتمام صوم و نماز پنجگانہ بلکہ ہر نماز مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دُعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نماز جنازہ بھی قطعاً داخل۔

الترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبر الصلوات المکتوبات قال القاری التقیید بہا لکونہا افضل الحالات فھی ارجی لاجابۃ الدعوات اھ البیہقی والخطیب وابونعیم وابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وخزیمۃ وابن حبان فی صحیحہم والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لاترد دعوتھم الصائم حین افطر الحدیث۔ الطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی صلاۃ فریضۃ فلہ دعوۃ مستجابۃ ومن ختم القرآن فلہ دعوۃ مستجابۃ الدیلمی فی مسند الفردوس عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من ادی فریضۃ فلہ عند اللہ دعوۃ مستجابۃ وفی الباب احادیث اخر اوردنا بعضہا فی رسالتنا سرور السعید ۱۳۱۰ھ فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (امام ترمذی نے آئندہ حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن کہا امام نسائی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسی دُعا زیادہ مقبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا رات کے آخری حصے میں اور فرضی نمازوں کے بعد مُلّا علی قاری نے فرمایا فرضی نمازوں کی قید اس لئے لگائی کہ نمازیں بہ نسبت دیگر حالتوں کے بہترین حالت ہے اس لئے ان کے بعد دُعاؤں کی قبولیت کی امید زیادہ ہو جاتی ہے بیہقی خطیب۔ ابونعیم اور ابن

عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ختم کے ساتھ دُعا قبول ہوتی ہے۔ امام احمد و ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ابن ماجہ۔ ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی صحاح میں اور بزار نے ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں کی جاتی اُن میں سے ایک روزے دار ہے جبکہ افطار کرے (الحدیث) طبرانی نے کبیر میں عرباض ابن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا جس نے قرآن مجید ختم کیا، اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جس نے فریضہ ادا کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اپنے رسالے "سرور السعید (نماز عید کے بعد دُعا کے جائز ہونے میں خوش بخت کی مسرت) میں ذکر کی ہیں۔

خود ربّ العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے:۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ جب نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کیطرف زاری و تضرع کے ساتھ راغب ہو۔ جلالین میں ہے:۔ فاذا فرغت من الصلاۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع (اس سے ماقبل متصل ترجمہ آچکا ہے)

بالجملہ دُعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں ہاں دفع احتمال زیادۃ کو نقض صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمال زیادت (بعد از جنازہ ۱۲) کا اصلاً محل نہیں ہے جسطرح بعد ختم نماز ظہر و مغرب و عشا ادائے سنن کے لیے مقتدیوں کو کسر صفوف (صفوں کا توڑنا ۱۲) مسنون کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ علامہ محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں لفظ البدائع اذا تم المقتدون فبعض مشائخنا قالوا لاحرج فی ترک الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عند معاینۃ فراغ مکان الامام عنہ وروی عن محمد انہ قال یستحب للقوم ایضا ان ینقضوا الصفوف ویتفرقوا لیزول الاشتباہ علی الداخل المعاین للکل فی الصلوۃ البعید عن الامام ولما روینا من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذا وفی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصا علی انہ

سنۃ اھ (یہ لفظ بدائع کے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ مقتدی اگر اپنی جگہ سے دُوسری جگہ نہ جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ آنے والا جب دیکھے کہ امام کی جگہ خالی ہے تو اسے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جماعت ہو رہی ہے امام محمد سے روایت ہے کہ قوم کے لئے بھی صفوں کو توڑ کر متفرق ہو جانا بہتر ہے تاکہ جو شخص مسجد میں آئے اور امام سے دُور ہو اسے سب لوگوں کو نماز میں مشغول دیکھ کر جماعت کا شبہ پیدا نہ ہو اور اس کی وجہ وہ حدیث بھی ہے جو ہم نے ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ذخیرہ میں ہے کہ یہی امام محمد سے مروی ہے اور یہی امام رضی الدین کا محیط میں مختار ہے انہوں نے نص کی ہے کہ یہ سُنت ہے)۔

ثم اقول :۔ یہ بھی لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق (تاخیر) و درنگ (دیر) میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے اور دُعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں۔ اتنے کلمات :۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لایخفی امام ابن حاج مدخل میں فرماتے ہیں :۔

ان بعض من یعتنون بالموتی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ ویطولون فی الدعاء وبعضھم یفعل ما ھو اکثر من ذلك وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاك علی ما تقدم من زعقاتھم ویطولون فی ذلك والسنۃ التعجیل بالمیت الی وقتہ ومواراتہ وفعلھم یضد ذلك فلیحذر من ھذا واللہ المستعان۔

(بعض لوگ جو مردوں کا بہت اہتمام کرتے ہیں جنازہ گاہ میں میت پر نماز پڑھ کر اسے ویسے ہی چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر جاتے ہیں اور لمبی دُعا مانگتے ہیں بعض تو اس پر بھی اضافہ کر دیتے ہیں مثلاً اس وقت مؤذن تکبیریں کہتے ہیں جیسے کہ ان کے شور و شغب کا کچھ حصہ اس سے پہلے گذر گیا اور وہ اس معاملے میں دیر کر دیتے ہیں حالانکہ مسنون یہ ہے کہ میت کو جلد اس کے مقام تک پہنچا کر اسے دفن کر دیا جائے اور لوگوں کا طریقہ (جنازہ کے بعد دیر کرنا) اس کے خلاف ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے) دیکھو ان امام نے باآنکہ انکارِ حوادث میں مبالغہ شدیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہو گیا کما نص علیہ الامام المحقق جلال الملۃ والدین السیوطی (جیسے کہ امام محقق جلال الدین سیوطی نے

تصریح فرمائی) بعد نماز جنازہ میت کے لئے نفس دُعا پر انکار نہ فرمایا بلکہ تطویل دُعا کی ممانعت فرمائی کہ منافی تعجیل ہے۔ بعض فتاوی میں واقع ہے "لا یقوم داعیاً" یا "لا یقوم للدعاء بعد الجنازۃ" (قائم ہو کر دُعا نہ مانگے یا یوں کہا گیا کہ جنازہ کے بعد دُعا کے لئے قائم نہ ہو) بعض علمائے اسے منعِ قیام بمعنے انتصاب پر محمول کر کے بیٹھ کر دعا کو اس ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا کما نقل عن بعضہم بما نصہ (جیسے کہ بعض علماء سے منقول ہے انکی عبارت یہ ہے) "چوں منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں ساعت اشارت باشد باں کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد" (چونکہ کتب میں کھڑا ہو کر دُعا مانگنے کی ممانعت ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر دعا کی جائے تو جائز ہے یہ قول بھی مخالفین کے لئے مفید نہیں) بلکہ کراہت اس قدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع وانا اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالےٰ ہی سے توفیق ہے) قیام ان کلمات علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ اس معنے میں بھی اس کا استعمال شائع۔

قال تعالیٰ حسنت مستقرا ومقاما ای موضع قرار لا محل انتصاب اذ لا محل له وکذا قوله تعالیٰ حاکیا عن الکفار یا اهل یثرب لا مقام لکم وقال تعالیٰ یقیمون الصلوٰة ای یواظبون علیها ومنه اسمائه تعالیٰ القیوم القیام والقیوم الدائم القیام بتدبیر الخلق ومنه حدیث فی معجزاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لو لم تکله لا کلتم منه ولقام لکم ای دام وثبت ولم ینفد ومنه حدیث سنة قائمة ای دائمة مستمرة وفی دعاء الاذان والصلوٰة القائمة ای الدائمة التی لا یعتریها نسخ وحدیث حکیم بن حزام رضی الله تعالیٰ عنه بایعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان لا اخر الا قائما ای لا اموت الا ثابتا علی الاسلام قاله المجد فی القاموس وقال قام الماء جمد والدابة وقفت واقام بالمکان دام والشیئ ادامه ومالہ قیام اذا لم یدم علی شیئ اھ وقال فی مجمع بحار الانوار رح قوموا الی سیدکم فیه استحباب القیام عند دخول الافضل وهو غیر القیام المنهی لان ذالک بمعنے الوقوف وهذا بمعنی النهوض ط (للطیبی شارح المشکوٰة) لیس هو من القیام المنهی عنه انما هو

فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاما طول جلوسہ اھ (ارشاد باری تعالیٰ ہے "حسنت مستقرا ومقاما" اس کا معنٰے یہ نہیں کہ جنت کھڑے ہونے کی جگہ ہے کیونکہ یہ مناسب مقام نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جنت ٹھہرنے کی بہترین جگہ ہے اسی طرح کافروں سے حکایت کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے اے اہل یثرب لا مقام لکم" تمہارے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اور فرمایا یقیمون الصلوٰۃ" یعنے نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں اسی سے اللہ تعالیٰ کے اسماء قیوم قیام اور قیّم ہیں یعنے ہمیشہ رہنے والا اور ہمیشہ مخلوق کا انتظام فرمانے والا اسی معنے سے نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں حدیث ہے کہ اگر تو جَو کی پیمائش نہ کرتا تو تم اس سے کھاتے "ولقام لکم" اور وہ تمہارے پاس ہمیشہ رہتے اور ختم نہ ہوتے (رواہ مسلم) اسی معنی سے یہ حدیث ہے "ستۃ قائمۃ" یعنی چھ ہمیشہ رہنے والی چیزیں ہیں دعاء اذان میں ہے "والصلوٰۃ القائمۃ" یعنے ہمیشہ رہنے والی نماز جس پر نسخ وارد نہیں ہوگا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ" ان لا اخر الا قائما" یعنے میں اس دُنیا سے کوچ کرنے تک اسلام پر ہی قائم و دائم رہوں گا یہ معنی مجدالدین فیروز آبادی نے قاموس میں بیان کیا انہوں نے کہا "قام الماء" پانی منجمد ہوگیا "قامت الدابۃ" چارپایہ ٹھہر گیا۔ "اقام بالمکان" مکان میں ٹھہرا "اقام بالشئی" فلاں چیز کو ہمیشہ رکھا "مالہ قیام" اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی امر پر قائم و دائم نہ رہے مجمع بحار الانوار میں ہے حدیث شریف "قوموا الی سیدکم" سے کسی فضیلت والے کے آنے پر کھڑے ہونے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور یہ وہ قیام نہیں جس سے منع کیا گیا ہے وُہ قیام کھڑے رہنے کے معنی میں ہے اور یہ قیام اٹھنے کے معنی میں ہے طیبی شارح مشکوٰۃ شریف نے فرمایا کسی کے آنے پر کھڑے ہونے سے ممانعت نہیں ممنوع یہ ہے کہ جب تک کوئی بیٹھا رہے دُوسرا آدمی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہے)

پس عبارات اسی منع تطویلِ دُعا[1] کیطرف راجع ہیں جس کے باعث امرِ تجہیز تعویق میں پڑے ورنہ اگر کلماتِ یسیرہ[2] کہے جائیں جیسا کہ سوال میں مذکور یا ہنوز جنازہ لے چلنے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دُعائے طویل کرتے رہیں تو ہرگز زیر منع داخل نہیں کہ صورتِ اولیٰ میں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں تاخیر بوجہ آخر ہے نہ بغرض دُعا ولہٰذا فقہائے کرام نے

[1] یعنی طویل دعا کی خاطر دیر کرنے سے ممانعت ہے ۱۲

[2] مختصر سے کلمات ۱۲ / مختصر دعا مانگتے ہیں ۱۲

دعا کیلئے زیادہ نہ ٹھہرے ۱۲

لایقوم للدعاء فرمایا نہ لا یدعوا قائما یا لا یدعوا لجدھا اصلا ور نہیں فرمایا کہ کھڑے ہو کر دُعا منع ہے یا جنازہ کے بعد بالکل دُعا نہ کرے) لاجرم [یقیناً ۱۲] حدیث صحیح سے ثابت کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المؤمنین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا و ثنا میں شریک ہوئے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون ویثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع وانا فیھم قال فلم یرعنی الا برجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیہ فاذا ھو علیؓ فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک وفی روایۃ للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول رحمک اللہ ان کنت لارجو ان یجعلک اللہ مع صاحبیک (الحدیث) یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ رکھا تھا لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے ان کے لیے دُعا وصلوٰۃ وثنا میں مشغول تھے میں بھی انہیں دُعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے جنازہ شریفہ کیطرف مخاطب ہو کر بولے اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اس کے سے عمل کر کے اللہ تعالےٰ سے ملوں اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔ الحدیث۔ **ثم اقول** ہر شخص اپنے نفس میں دُعا کرے دُوسروں سے تاکید و تقاضا میں مصروفی واشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع وجدال کا وہ محل نہیں کہ وُہ وقت اعتبار و تفکر و اتعاظ و تدبر کا ہے نہ غافلانہ رفع اصوات

جھگڑا ۱۲ عبرت حاصل کرنے سوچنے نصیحت حاصل کرنے اور غور و فکر ۱۲ آواز بہ بلند کرنا ۱۲

وبحث ومنازعت کا وقد وردت فی ذالک اٰثار کثیرۃ عن الصحابۃ الکرام والتابعین الاعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصرحت بہ العلماء الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم قدست اسرارھم (اس بارے میں صحابۂ کرام اور اہل علم تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بکثرت روایات وارد ہیں حنفی مالکی شافعی وغیرہ علماء قدس سرہم نے اس کی تصریح کی ہے)۔ امید کرتا ہوں کہ یہ وہ قول فصل وحکم عدل ہو جسے ہر ذی انصاف پسند کرے وباللہ التوفیق رہا مظنۂ فساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر دستاویز مانعین ہوتا ہے اور اسے جہلاً خواہ تجاہلاً موجب منع وتحریم نفس فعل وبجائے ترک مواظبت ولو من البعض المقتدیٰ بہم مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں۔ عند التحقیق یہ صرف ان کی تلمیع تحقیق ہے حق یہ ہے کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیانًا اس کے ازالہ میں کافی کما نص علیہ العلماء فی غیر ما کتاب (جیسے کہ علمائے بہت سی کتب میں تصریح فرمائی ہے) اور وہ بھی عمومًا ضروری نہیں صرف علمائے مشار الیہم بالبنان (مشہور ومعروف علماء) کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ انہیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعث ہدایت عوام (ہوتے ہیں)

واللہ الھادی الیٰ سبل السلام والصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام علیٰ حبیبہ واٰلہ وصحبہ الکرام وعلینا بھم یا ذا الجلال والاکرام واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

عہ یعنی مانعین اس بنا پر کہ لوگ اس دعا کو ضروری سمجھنے لگ جائیں گے بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ دعا ہمیشہ نہیں مانگنی چاہیئے نیز علمائے کرام کو بعض اوقات اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بالکل دعا نہیں کرنی چاہیئے ۱۲

غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِن دنوں کچھ لوگ "حیلہ اسقاط" کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اور عوام کو صحیح راستے سے ہٹانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو آشکارا کر دیا جائے تاکہ منصف اور حق پرست حضرات کے لئے راہِ عمل واضح ہو جائے۔

حیلہ اسقاط کا مفہوم لفظ حیلہ کا معنیٰ اشغال میں تصرف کی قدرۃ۔ دانائی اور عمدگی فکر ہے منجد میں ہے الحیلۃ ج حیل۔ القدرۃ علی التصرف فی الاشغال الحذق وجودۃ النظر۔ شرعی طور پر اس جائز طریقے کو کہتے ہیں جس سے ضرورۃ شرعیہ کو پورا کیا جا سکے یہاں دوسرے لغوی معنے کی مناسبت ملحوظ ہے "اسقاط" کا معنے گرا دینا اور فقہا کے نزدیک میت کے ذمہ رہے ہوئے احکام شرعیہ کو گرا دینا ہے۔ تاکہ مردہ اپنی زندگی میں جن احکام شرعیہ کو غلطی سے یا بھول کر ادا نہ کر سکا اور اب ادا کرنے پر بالکل قدرت نہیں رکھتا اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے ان احکام کے بارے میں اس کی خلاصی ہو جائے اور وہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی سے بچ جائے جسے پاسِ قرابت و اخوت ہوگا وہ لازماً ایسے طریقے کو اپنائے گا جس سے مُردہ کی گلو خلاصی ہو سکے اور جو شخص اپنے اہل قرابت کی خیر خواہی کا احساس نہیں رکھتا اسے مجبور نہیں کیا جائیگا۔

حیلہ اسقاط کا طریقہ میت کی عمر کا اندازہ لگا کر مرد کی عمر سے بارہ[12] سال اور عورت کی عمر سے نو[9] سال (نابالغ رہنے کی کم از کم مدت) کم کر دیئے جائیں بقیہ عمر میں اندازہ لگایا جائے کہ ایسے کتنے فرائض ہیں جنہیں وہ ادا کر سکا اور نہ قضا۔ اس کے بعد ہر نماز کے لئے صدقہ فطر کی مقدار بطور فدیہ خیرات کر دی جائے صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع

۵ء،۷ روپے اور ایک اٹھنی کا وزن، گندم یا ایک صاع (۲۵ء۳۱ روپے کا وزن) جو ہے (بہار شریعت جار الحق) یاد رہے کہ پانچ نمازوں کے ساتھ وتر کو بھی شمار کیا جائیگا۔ اس حساب سے ایک دن کی وتر سمیت چھ نمازوں کا فدیہ تقریباً بارہ سیر اور ایک ماہ (۳۰ دن) کا نو من اور شمسی سال کا ایک سو آٹھ من ہوگا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر مرنے والے کے ذمہ پر کئی سال کی نمازیں جمع ہوں تو اس کے لئے کتنی گندم دینی پڑے گی اس دور فتنہ و فساد میں لاکھوں میں سے کوئی ایک اللہ کا بندہ ہوگا جو اتنی بڑی مقدار مرنے والے کے لئے خیرات کرے ورنہ اکثریت ہرگز اتنی مقدار ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی خصوصاً غرباء ان کے پاس تو اتنی گنجائش ہی نہیں ہوگی۔ حیلہ اسقاط کے مخالفین ہی بتادیں کہ میت کیطرف سے بطور فدیہ کتنا غلہ خیرات کرتے ہیں اگر نہیں کرتے اور ہرگز نہیں کرتے اور حیلہ اسقاط کے ساتھ ویسے ہی خدا واسطے کی دشمنی ہوئی تو بھلا بتائیں کہ اس جہاں سے کوچ کر جانے والوں سے ان لوگوں کو کیا ہمدردی ہے حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی اور وہابی وغیرہ حضرات کو دار فانی سے رخصت ہونے والوں کے ساتھ نہ کوئی خیر خواہی ہے اور نہ فقراء و غرباء کے لئے جذبہ ہمدردی شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری آمدنی اور چندے پر اثر پڑ جائے گا۔ اگر کوئی شخص حساب کے مطابق فدیہ ادا کردے تو کیا ہی اچھا ہے ورنہ میت کا ولی زیادہ سے زیادہ نمازوں کا فدیہ جتنا ہو سکے نقد غلہ یا کوئی اور قیمت والی چیز چاہے قرآن مجید ہو (بازار میں اس کے ہدیہ کا اعتبار کرکے) فقیر کو دیتے ہوئے یہ نیت کرے۔

كُلُّ حَقٍّ مِنْ حُقُوقِ اللهِ تَعَالَىٰ لَزِمَ عَلَىٰ ذِمَّةِ هٰذَا الْمَيِّتِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ • وَالْمَنْذُوْرَاتِ وَغَيْرِ ذَالِكَ بَعْضُهَا اَدَّىٰ وَبَعْضُهَا لَمْ يُؤَدِّ فَالَّتِي اَدَّىٰ قَبِلَهَا اللهُ تَعَالَىٰ بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ وَبِجَاهِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاسْتِدْعَاءِ هٰذِهِ الْجَمَاعَةِ الْحَاضِرَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِي لَمْ يُؤَدِّ وَبَقِيَتْ عَلَىٰ ذِمَّتِهِ فَبَعْضُهَا قَابِلَةٌ لِلْفِدْيَةِ وَبَعْضُهَا لَيْسَتْ بِقَابِلَةٍ لَهَا فَالَّتِي لَيْسَتْ بِقَابِلَةٍ لَهَا غَفَرَهَا اللهُ تَعَالَىٰ لَهُ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَالَّتِي قَابِلَةٌ لِلْفِدْيَةِ وَبَقِيَتْ فِي ذِمَّتِهِ اَعْطَيْتُ فِي فِدْيَتِهَا هٰذَا الْمُصْحَفَ الشَّرِيْفَ مَعَ هٰذَا النَّقْدِ وَالْجِنْسِ رَجَاءً مِنَ اللهِ اَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ بِمَنِّهِ وَفَضْلِهِ (وجیز الصراط) (اللہ تعالیٰ کے حقوق فرائض، واجبات، کفارات اور منذورات وغیرہ میں سے جو اس میت کے ذمہ لازم آئے ان

میں سے کچھ تو اس نے ادا کر دیئے کچھ ادا نہیں کیے جو حقوق اس نے ادا کیے انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور سید الانبیا والمرسلین کے طفیل اور مسلمانوں کی اس جماعت حاضرہ کی دعا سے قبول فرمائے اور جو ادا نہیں کیے اور اس کے ذمہ باقی ہیں ان میں سے کچھ قابل فدیہ ہیں اور کچھ ناقابل فدیہ جو ناقابل فدیہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور اس میت سے درگذر فرمائے اور جو قابل فدیہ ہیں اور میت کے ذمہ باقی ہیں انکے فدیہ میں یہ قرآن مجید اس نقد اور جنس سمیت تمہیں دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا اور اپنے جود وعطا سے درگذر فرمائے گا) (وجیز الصراط) یا مختصر طور پر صرف اتنا کہدے :- وَهَبْتُ هٰذَا الْمُصْحَفَ الشَّرِيْفَ مَعَ هٰذَ النَّقْدِ وَالْجِنْسِ لِاِسْقَاطِ مَا عَلٰى ذِمَّةِ هٰذَا الْمَيِّتِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَغَيْرِ ذَالِكَ (اس میت کے ذمہ جو روزے اور نمازیں وغیرہ رہ چکی ہیں انہیں ساقط کرنے کے لیے میں یہ قرآن مجید مع نقد وجنس دیتا ہوں) فقیر قبول کرے پھر یہ فقیر وہ فدیہ دوسرے فقیر کو دے یا ولی میت کو ہبہ کرے اور ولی دوسرے فقیر کو دیدے اور نیت وہی کرے جو مذکور ہوئی اس طرح اتنی دفعہ ایک دوسرے کو دیا جائے کہ نماز روزہ وغیرہ کی تعداد کا فدیہ پورا ہو جائے۔

مطلق حیلے کا جواز

یہ جاننے کے لئے کہ آیا حیلہ جائز ہے یا نہیں ہمیں قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء کیطرف رجوع کرنا ہوگا تتبع اور تلاش سے پتہ چلتا ہے کہ حرام کو دفع کرنے یا ضرورۃ شرعیہ کو پورا کرنے کے لئے حیلہ جائز ہے چنانچہ :-

(۱) جب حضرت ایوب علیہ السلام نے دیر سے آنے پر اپنی اہلیہ محترمہ کو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا خذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لیکر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں کیا یہ حیلہ کی تعلیم نہیں ہے۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے ساتھ ہی یہ ارادہ تھا کہ حقیقت کا انکشاف نہ ہو اس لئے یہ حیلہ اختیار فرمایا کہ شاہی پیالہ حضرت بنیامین کے کجاوے میں رکھوا دیا اور تلاشی سے پہلے بھائیوں سے پوچھ لیا کہ چور کی سزا کیا ہے انہوں نے کہا کہ مال کا مالک چور کو غلام بنا لے تلاشی ہوئی پیالہ مل گیا اس طرح آپ نے حضرت بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا حالانکہ مصر کے قانون میں گنجائش نہ تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے :- کذالك کدنا لیوسف ط ما کان

لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں آپ اپنے بھائی کو نہیں کہ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ملاحظہ ہوئیں خوب حیلہ سکھایا گیا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت خضر سے وعدہ کیا تو کہا سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا یعنے آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ کی قید کا اضافہ کر کے اپنی کلام کو جھوٹ ہونے سے بچا لیا یہ بھی ایک حیلہ تھا۔

(۴) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی سے کلام کی تو میری بیوی کو تین طلاقیں اب مجھے کیا کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا تم اپنی عورت کو ایک طلاق دیدو عدت گذرنے پر اپنے بھائی سے بات کر لو بعد ازاں اس عورت سے نکاح کر لو اب وہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی چاہے بھائی سے گفتگو کرتے رہو۔ دیکھا آپ نے تین طلاقوں سے بچنے کا کیا بہترین طریقہ (حیلہ) سکھایا (یہ چار مثالیں شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط ج ۳۰ ص ۲۰۹ پر ذکر کی ہیں)

(۵) حضرت سارہ نے ایک دفعہ قسم اٹھائی کہ مجھے موقعہ ملا تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹ دوں گی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ ان کی صلح کرا دیں حضرت سارہ نے فرمایا میری قسم کس طرح پوری ہوگی آپ نے فرمایا کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں (حموی ص ۱۱۲ علی الاشباہ والنظائر فن خامس مطبوعہ نول کشور)

(۶) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عمدہ کھجوریں لائے آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے عرض کی کہ میرے پاس ردی کھجوریں تھیں دو صاع دیکر ایک صاع عمدہ کھجوریں لے آیا ہوں فرمایا کہ یہ تو خالص سود ہے ایسا نہ کرو اگر تم خریدنا چاہو تو کھجوروں کو الگ بیچ دو پھر ان کی قیمت سے اچھی کھجوریں خرید لو متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف باب الربوٰ ص ۲۴۴)

کتب فقہ و حدیث کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ بہت سے جائز مقاصد کی تحصیل کے لئے مختلف حیلے اختیار کرنے پڑتے ہیں کیونکہ حیلہ کہتے ہیں الحذق فی تدبیر الامور وھی تقلیب الفکر حتی یھتدی الی المقصود (الاشباہ والنظائر فن خامس) یعنی دور اندیشی اور معاملات کا اس طرح انتظام کرنا کہ مقصد کی طرف راستہ مل جائے حتیٰ کہ مجتہد فی المذہب حضرت امام محمد متوفی

۱۸۹ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہی کتاب الحیل" (شرعی حیلوں کی کتاب) رکھا چونکہ اس میں "حیلہ اسقاط" کی ایک صورت بیان کی گئی تھی اس لیے مخالفین نے اسی میں عافیت سمجھی کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہ کتاب امام محمد کی ہی نہیں ملاحظہ ہو راہ سنت "ص۲۰۲" میں ہے کہ ملا ابو محمد عبد القادر القرشی الحنفی المتوفی ۷۷۵ھ لکھتے ہیں کہ :- قال ابو سلیمان الجرجانی کذبوا علی محمد لیس لہ کتاب الحیل انما کتاب الحیل للوراق امام ابو سلیمان جرجانی کہتے ہیں کہ لوگوں نے امام محمد پر جھوٹ کہا ہے کتاب الحیل ان کی نہیں کتاب الحیل تو وراق کی لکھی ہوئی ہے (جواہر المضیئہ ص۴۲) حالانکہ مجتہد فی المسائل امام شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ نے گو حضرت ابو سلیمان جوزجانی متوفی ۲۰۰ھ کا یہ قول نقل کیا کہ کتاب الحیل حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہیں مگر ساتھ ہی فرمایا کہ :- واما ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کان یقول ھو من تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وکان یروی عنہ ذالک وھو الاصح فان الحیل فی الاحکام المخرجۃ عن الامام جائزۃ عند جمھور العلماء وانما کرہ ذالک بعض المتعسفین لجھلھم وقلۃ تاملھم فی الکتاب والسنۃ (مبسوط ج۳۰ ص۲۰۹) ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ کتاب الحیل امام محمد ہی کی تصنیف ہے اور ابو حفص امام محمد سے اسے روایت بھی کرتے تھے شمس الائمہ فرماتے ہیں یہی اصح ہے کیونکہ احکام میں جو حیلے امام سے منقول ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہیں انہیں بعض تنگ نظر لوگوں نے جہالت اور کتاب و سنت میں پوری طرح تامل نہ کرنے کی وجہ سے ناپسند رکھا ہے۔

کیا امام ابو حفص کبیر متوفی ۲۱۷ھ کے قول اور امام شمس الائمہ سرخسی کی تائید و توثیق سے بھی کتاب الحیل کا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہونا قابل تسلیم نہیں ہوگا محض اس وجہ سے کہ ابو سلیمان جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے تو اس انکار کی وجہ بھی سن لیجئے علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۶۹ھ اشباہ والنظائر فن خامس میں فرماتے ہیں :- واختلف مشائخنا فی التعبیر عن ذالک فاختار کثیر التعبیر بکتاب الحیل واختار کثیر کتاب المخارج واختارہ فی الملتقط وقال قال ابو سلیمان کذبوا علی محمد لیس لہ کتاب الحیل ہمارے مشائخ کا فن حیل کے نام میں اختلاف ہے بہت سے مشائخ نے کتاب الحیل کو پسند کیا اور کثیر نے کتاب المخارج کو اختیار کیا اسی نام کو ملتقط میں اختیار کیا اور فرمایا کہ ابو سلیمان کہتے ہیں لوگوں نے جھوٹ کہا۔ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں۔

اس عبارت سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ابوسلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف نام کی حد تک ہے کہ نام کتاب الحیل ہونا چاہیئے یا کتاب المخارج (منہیات سے بچنے کے ذرائع پر مشتمل کتاب) مبسوط کی عبارت بھی اسی طرف مشیر ہے ملاحظہ ہو۔ فکیف یظن بمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ سمّٰی شیئاً من تصانیفہ بھذا الاسم لیکون ذالک عوناً للجھال علی مایتقولون (ج۳ ص۲۰۹)
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کا یہ نام رکھا ہو اس سے تو جاہلوں کو اپنی باتوں پر تقویت ملے گی۔

دیکھئے کہ ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ محض اس نام کے قائل نہ تھے کیونکہ جاہل لوگ اس نام کی بنا پر مزاح اڑاتے تھے مگر یار لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ چونکہ اس میں ایک بات ہمارے مخالف ہے اس لئے ہم اسے مانتے ہی نہیں۔ اسی طرح مطلق حیلے کی تائید میں عالمگیری، حموی شرح اشباہ والنظائر اور مبسوط وغیرہ کی غیر مبہم عبارات لائق دید ہیں واللفظ للمبسوط۔ فالحاصل ان مایتخلص بہ الرجل من الحرام او یتوصل بہ الی الحلال من الحیل فھو حسن وانما یکرہ ذالک ان یحتال فی حق لرجل حتی یبطلہ او فی باطل یموھہ او فی حق حتی یدخل فیہ شبہۃ ج۳ ص۲۱۰) خلاصہ یہ کہ جس حیلے کے ذریعے آدمی حرام سے بچے یا حلال تک پہنچے وہ بلاشک بہتر ہے البتہ وہ حیلہ مکروہ ہے جس کے ذریعے کسی کا حق باطل کیا جائے یا باطل خوشنما بنا دیا جائے یا کسی کے حق میں شبہ پیدا کر دیا جائے۔ امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ پہلی قسم تو نیکی و پرہیزگاری میں تعاون ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى دوسری قسم برائی اور گناہ میں امداد ہے جس سے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے ذریعے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ: فمن کرہ الحیل فی الاحکام فانما یکرہ فی الحقیقۃ احکام الشرع وانما یقع مثل ھذہ الاشیاء من قلۃ التامل (مبسوط ج۳ ص۲۱۰) جو شخص احکام میں حیلے کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت احکام شرعی کا منکر ہے ایسی باتیں غور و فکر کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔

حیلہ اسقاط کا ثبوت

اصل میں تو فدیہ روزے کا ثابت ہے ارشاد باریتعالیٰ ہے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین جو روزہ نہ رکھ سکیں وہ روزے

کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں فدیئے کی مقدار بیان ہو چکی ہے فقہائے کرام نے فرمایا کہ جب شیخ فانی کی طرف سے روزے کا فدیہ عنداللہ منظور ہے حالانکہ امکان ہے کہ کسی وقت اسے روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو جائے مُردہ تو یکسر عاجز ہو چکا ہے اسے اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جائے اگر اس نے وصیت کر دی ہے تو وارثوں پر ترکہ کے تیسرے حصے سے نہ صرف روزوں کا بلکہ نمازوں کا فدیہ بھی ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی تو وارث اپنے طور پر فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

سوال یہ صحیح ہے کہ روزے کے عوض گندم وغیرہ کو بطور فدیہ دینا قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن یہ ایسا مسئلہ ہے جسے صرف عقل سے نہیں جانا جا سکتا کیونکہ عقل تو صرف یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ روزے کے بدلے روزہ رکھ لیا جائے یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ روزے کے بدلے کھانا کھلانا کافی ہوگا اور قاعدہ ہے کہ قرآن وحدیث سے اگر ایسا حکم ثابت ہو جو عقل سے نہ جانا جا سکے تو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا تم نے روزے کے فدیئے پر قیاس کرکے یہ فیصلہ، کیوں کر دیا ہے کہ اگر مرنے والے نے وصیت کر دی ہو تو اس کی نمازوں کا فدیہ بھی وارث پر ادا کرنا ضروری ہے۔

جواب نماز کے فدیئے کو روزے کے فدیئے پر قیاس نہیں کیا گیا بلکہ یہ حکم احتیاط کے تحت دیا گیا ہے جس طرح شیخ فانی (وہ شخص جو انتہائی کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید ہو) سے اللہ تعالیٰ روزے کے بدلے میں فدیہ قبول کر لیتا ہے اسی طرح اگر نماز کی طرف سے بھی فدیہ قبول کر لے تو اس کے لطف وکرم سے کوئی بعید نہیں (اور یہی مقصود ہے) اور اگر نماز کی طرف سے قبول نہ فرمائے تو صدقے کا ثواب بہر حال پہنچ جائے گا جس سے غالباً کسی دیوبندی وہابی کو بھی انکار نہ ہوگا بادشاہ عالمگیر کے استاد ملا جیون رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار ص۴۱ میں لکھتے ہیں۔

والصّلوٰة نظیر الصوم بل اھم منہ فی الشان والرفعة فامرنا بالفدیة عن جانب الصّلوٰة فان کفت عنھا عند اللہ فبھا والّا فلہ ثواب الصدقة ولھذا قال محمد فی الزیادات تجزیہ انشاء اللہ تعالیٰ والمسائل القیاسیة لا تعلق لھا بالمشیة

نماز روزے کیطرح ہے بلکہ شان و رفعت میں اس سے بھی اہم ہے اس لئے ہم نے کہا کہ نماز کیطرف سے بھی فدیہ دینا چاہیئے اگر یہ فدیہ عنداللہ نماز کیطرف سے مقبول ہوا تو فبہا ورنہ میت کو صدقے کا ثواب ملجائیگا اسی لئے امام محمد نے زیادات میں فرمایا یہ صدقہ نماز کی طرف سے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا حالانکہ قیاسی مسائل میں انشاء اللہ نہیں کہا جاتا انشاء اللہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ احتیاط کی بنا پر فیصلہ کیا گیا ہے اور جو مسائل قیاس سے بیان کئے جائیں ان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تفسیرات احمدیہ میں بھی فرمایا ہے۔ رہا یہ کہ قرآن مجید سمیت نقد اور غلہ ایک آدمی دوسرے کو دے اور وہ تیسرے کو دے۔ یہ فعل اس کثرت و تعداد سے کیا جائے کہ عمر بھر کے فرائض کے فدیئے کی مقدار پوری ہو جائے اس کے متعلق فقہ کی مشہور کتاب "نور الایضاح" میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال فدیئے کے طور پر دینے کی وصیت کی اور وہ مال اس کے فرائض کے لئے ناکافی ہے یا اس کے ترکہ کا تیسرا حصہ ناکافی ہے یا وصیت ہی نہیں کی تو میت کو بری کرنے کا حیلہ یہ ہے۔

یدفع ذالك المقدار للفقير فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير للولى ثم يدفعه للفقير فيسقط بقدره ثم يهبه الفقير للولى ويقبضه ثم يدفعه الولى للفقير حتى يسقط ما كان على الميت من صلوٰة وصيام (نور الایضاح ص ۲۶۳ بر حاشیہ طحطاوی)

وہ مقدار فقیر کو دیدے اس کے برابر میت کے ذمہ سے فرائض ساقط ہو جائیں گے پھر وہ فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی قبض کر کے پھر فقیر کو دیدے اس کے برابر اور فرائض ساقط ہو جائیں گے پھر فقیر ولی کو ہبہ کر دے ولی پھر فقیر کو دے یہ سلسلہ یہاں تک جاری رہے کہ میت کے تمام روزے اور نمازیں ساقط ہو جائیں۔

امام اجل علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ اصول فقہ کی مشہور ترین کتاب تلویح میں ادار و قضا کی بحث میں فرماتے ہیں:۔ قوله فقلنا بالوجوب احتياطا اى لا قياسا ولا دلالة لان المعنى المؤثر فى ايجاب الفدية كالعجز مثلا مشترك لا معلوم الا انه على تقدير التعليل بالعجز تكون الفدية فى الصلوٰة ايضا واجبة بالقياس الصحيح وعلى تقدير عدم التعليل تكون حسنة مندوبة تمحو سيئة فيكون القول بالوجوب احوط ويرجى قبولها ولهذا قال محمد فى الزيادات فى فدية الصلوٰة يجزيه انشاء الله تعالىٰ ہم نے احتیاطاً

وجوب کا قول کیا یعنی قیاس اور دلالت سے نہیں کیونکہ مثلاً عجز کا فدیئے کے وجوب کیلئے سبب ہونا غیر یقینی ہے اگر عجز علت بنے تو قیاس صحیح کی بنا پر نماز میں بھی فدیہ واجب ہوگا اور اگر علت نہ بنے تو فدیہ بہتر و مستحب اور گناہوں کو مٹانے والا ہوگا لہٰذا وجوب ہی کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور اس کی قبولیت کی قوی امید ہے اسی لئے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے زیادات میں نماز کے فدیئے کے متعلق فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا حاشیہ تلویح میں ہے:۔

اما اذا اوصی المیت فبالاتفاق واما فیما یتبرع بہ الوارث بلا ایساء ففیہ اختلاف فقیل لا یسقط (الی ان قال) وقیل یسقط انشاء اللہ تعالیٰ کما فی الایساء لان دلیل الجواز الرجاء ای سعۃ رحمتہ تعالیٰ وکمال کرمہ سبحانہ وذالک یشمل الایصاء وغیرہ وفی النوازل سئل ابو القاسم عن امرأۃ ماتت وقد فاتتہا صلوات عشرۃ اشہر ولم تترک مالا قال ولو استقرض ورثتہا قفیز حنطۃ ودفعہا مسکینا ثم یہبہا المسکین لبعض ورثتہا ثم یتصدق بہا علی المسکین فلم یزل یفعل کذالک حتی یتم لکل صلوۃ نصف صاع یجزئ ذالک عنہا کذا فی التحقیق جب میت وصیت کر جائے تو اس میں اتفاق ہے اور جب وارث بلا وصیت اپنے طور پر فدیہ دیں تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ساقط نہیں ہوتا اور بعض نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ساقط ہو جائیگا جیسے کہ وصیت کی صورت میں کیونکہ دلیل جواز امید واثق اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ ہے اور یہ وصیت کرنے نہ کرنے دونوں صورتوں کو شامل ہے نوازل میں ہے کہ ابو القاسم سے ایک ایسی میت عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس کی دس ماہ کی نمازیں رہ گئی تھیں اور اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا انہوں نے فرمایا کہ اگر میت کے وارث ایک قفیز گندم قرض لے کر مسکین کو دیدیں پھر مسکین وہی گندم کسی وارث کو دیدے وارث پھر مسکین پر صدقہ کرے یہ معاملہ یہاں تک جاری رہے کہ ہر نماز کیلئے نصف صاع گندم ادا ہو جائے تو یہ ان نمازوں کی طرف سے کافی ہو جائیگا۔

علامہ احمد بن محمد اسمٰعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ درمختار کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فما یفعل الان من تدویر الکفارۃ بین الحاضرین وکل یقول للاٰخر وہبت ہذہ الدراہم لاسقاط ما علی ذمۃ فلان من الصلوۃ والصیام ویقبلہ الاٰخر صحیح

(طحطاوی شرح درمختار ج۱ ص۳۳۲) اب جو کفارہ اور فدیہ حاضرین کے درمیان پھیرا جاتا ہے اور ہر شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ رقم میں نے میت کے ذمہ سے نماز روزہ ساقط کرنے کے لئے تمہیں دی اور دوسرا قبول کرلیتا ہے صحیح ہے۔) درمختار میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ:۔

ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم

(اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو وارث نصف صاع گندم قرض لیکر فقیر کو دیدے فقیر وارث کو دیدے اور وارث فقیر کو حتیٰ کہ مقدار پوری ہوجائے) اسی طرح عالمگیری جلد اول ص۱۲۵ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۴۱، خلاصۃ الفتاوی ص۱۹۲ وغیرہ میں ہے۔

حیلے میں قرآن مجید کا شامل کرنا بھی جائز ہے اولاً اسلئے کہ حیلے کے جواز کی مدار دو چیزوں پر ہے اوّل وسعتِ رحمتِ الٰہی اور کمالِ کرم۔ دوّم اگر نمازوں کی طرف سے فدیہ قبول نہ ہوا تو صدقے کا ثواب مل ہی جائیگا۔ جب گندم اور نقد دینے سے قبولیت ومغفرت کی اُمید کی جاسکتی ہے تو قرآن مجید دینے سے یہ امید کیوں نہیں کی جاسکتی آخر قرآن مجید بھی تو کاغذ وطباعت کے لحاظ سے مالِ متقوم ہے بلکہ قرآن مجید دینے سے قبولیت اور مغفرت کی امید زیادہ ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن کریم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہوجائیگا یا نہیں؟ **ارشاد** جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہوجائیگا احکام شریعت حصہ سوم ص۲۱۵ فتاوی رضویہ جلد ۴ ص۵۹

ثانیاً اسلئے کہ فقیہ جلیل امام الہدیٰ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ فرماتے ہیں:۔

حدثنا العباس بن سفيان عن ابن علية عن ابن عون عن محمد عن عبد الله قال قال عمر ايها المؤمنون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتى فتحلقوا وتولوا اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة القرآن المجيد وتناولوا بايديكم متناوبة وفعل عمر رضي الله تعالى عنه في اخر الخلافة بمثله في زمانه لامرأة ملقبة بجبيبة بنت عريد زوجة قلاب (وفي نسخة ملاب) بجزء من القرآن من مَالِيَ إِلَى عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وشاع فعله في زمان خلافة عثمان بانكار مروان بغداد وقال الامام السمرقندي ثم اشتهر في خلافة هارون الرشيد، من غير

انت رنکیر دوران القرآن لحیلۃ الاسقاط فسند ثابت عن عمروان لم یذکر
فی الکتب المشہورۃ من الاحادیث ولکنہ مذکور فی بعض الکتب من التواریخ
بسند قوی (ہمیں عباس بن سفیان نے ابن علیہ سے روایت کی انہوں نے ابن عون سے انہوں نے
محمد سے انہوں نے عبداللہ سے انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ایمان والو تم
قرآن کو مُردوں کی نجات کا وسیلہ بناؤ بلحاظ دائرہ بنا کر عرض کرو اے اللہ اس میت کو قرآن مجید کے
صدقے بخش دے اور یکے بعد دیگرے قرآن مجید لیتے جاؤ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر خلافت
میں اسی طرح قلاب کی زوجہ حبیبہ بنت عمر کیلئے قرآن مجید کے ایک حصے مالی سے عم یتساءلون
تک دور کروایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مروان کے انکار پر لغداد
میں یہ طریقہ شائع ہوا۔ امام سمرقندی کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں بغیر کسی انکار کے حیلہ اسقاط
کے لئے قرآن مجید پھیرنا رائج ہوا۔ اس کا اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اگرچہ حدیث کی
مشہور کتب میں مذکور نہیں لیکن تاریخ کی بعض کتب میں قوی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

چنانچہ صاحب فتوح نے اور دو سندوں سے یہی روایت ذکر کی ہے (فتاویٰ سمرقندی
بحوالہ "راہِ سُنت") درۃ البرر میں امام محمد کی کتاب الحیل سے منقول ہے:۔

قال الامام محمد اسھل طریقتہ ان یبیع الوارث علی الفقیر مصحفا صحیحا قابلا
للقراءۃ بغبن فاحش ثم یھب الفقیر لہ ثم وثم حتی یستتم لعل اللہ یجعلہ فدیتہ
فی مقابلۃ الصوم والزکوٰۃ والمنذورات اھ (بحوالہ راہِ سُنت) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ حیلہ اسقاط کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وارث ایک صحیح قرآن مجید پڑھنے کے قابل کسی فقیر کے پاس
بیش قیمت پر فروخت کر دے پھر فقیر وارث کو ہبہ کر دے یہ سلسلہ یہاں تک ہو کہ میت کے فرائض
کے کفارے کی مقدار پوری ہو جائے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ میت کی نمازوں اور روزوں اور نذور
کا فدیہ بنا دے۔

یہی وہ عبارت ہے جس کی بنا پر مخالفین نے یہاں تک کہہ دیا کہ
کتاب الحیل امام محمد کی نہیں اس کی تحقیق مذکور ہو چکی ہے

حیلۂ اسقاط پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات

مخالفین اس مسئلے پر مختلف شبہات پیش کرتے ہیں ان میں سے چند ایک کے جوابات

اعتراض ۱ میت کے ترکے سے بعض بچوں کا تعلق ہوتا ہے اور بعض ایسے افراد کا جو غائب ہوتے ہیں بچے کے مال کو حیلہ اسقاط وغیرہ کے لئے بالکل صرف نہیں کیا جاسکتا اور غائب کی اجازت کے بغیر اس کا حق کیسے صرف کیا جاسکتا ہے دونوں صورتوں میں حیلہ اسقاط ناجائز ہے

جواب اس شبہ کی بنا پر تو ایصال ثواب کو بھی ناجائز کہہ دینا چاہیئے کیونکہ یہ بات تو وہاں بھی پائی جاتی ہے کہ میت کے ترکے سے بچوں اور بعض غائب افراد کا حق متعلق ہوتا ہے یہ صحیح ہے کہ بچے کے مال کو ایسے امور میں صرف نہیں کیا جاسکتا اور غائب کے مال کو صرف کرنا اس کی اجازت پر موقوف ہے لیکن اس کا معنے یہ نہیں کہ حیلہ اسقاط کی کوئی صورت ہی نہ رہے بلکہ اگر مرنے والے نے صدقہ وخیرات اور حیلہ اسقاط کی وصیت کردی ہو تو اس کے مال کے تہائی حصے کو لازماً اس طرف خرچ کرنا ہوگا اس صورت میں بچوں اور غائبین کا کچھ دخل ہی نہیں اور اگر وصیت نہیں بھی کی تو عاقل بالغ موجود وارث ایسا تو نہیں ہوگا کہ میت کے مال پر ہی آس لگائے بیٹھا ہو اپنے پاس سے مال صرف کرکے حیلہ اسقاط کرسکتا ہے یا وراثت میں سے اپنے حصے کو اسطرف خرچ کردے تو بھی کوئی حرج نہیں ابھی تو تھوڑا سا مال خیرات کرنا ہے اور اگر پورا فدیہ ادا کرنا پڑجائے تو شاید آپ کو کیا کیا مکر وفریب یاد آجائیں گے۔

اعتراض ۲ حیلہ اسقاط تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی زکوٰۃ کے کئی سو روپے مٹکے میں ڈالکر اوپر گندم ڈالدے اور کسی فقیر کو دیدے پھر وہی مٹکا روپوں سمیت چند روپے دیکر خرید لے یہ تو فریب ہے لہذا حیلۂ اسقاط بھی فریب ہوا۔

جواب اکثر منکرین حیلۂ اسقاط ائمہ کے اجتہاد اور قیاس تک کو نہیں مانتے اور خود جہاں جی چاہا قیاس کرنے بیٹھ گئے حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اجتہاد

وقیاس کسی اور کا کام ہے لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ (ہر فن کے لئے اس کے مناسب کچھ لوگ ہوتے ہیں)

ع طعمۂ ہر مرغک انجیر نیست کیونکہ صورۃ مذکورہ میں ٹکا دیتے وقت اور اسی طرح لیتے وقت فقیر پر یہی ظاہر کیا جارہا ہے کہ تمہیں گندم دی جارہی ہے روپے اس کی نظر سے چھپا دیئے گئے ہیں ورنہ وہ فقیر کسی طرح بھی چند روپوں پر ٹکا فروخت کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا اس لئے یہ فریب ہے بخلاف حیلۂ اسقاط کہ اس میں فقرا اور مستحقین کو پتہ ہے کہ اتنا مال ہمیں دیا جائیگا۔ دَور کرنے سے ان کا کچھ نقصان نہیں البتہ میت کو فائدہ ہے کیونکہ جب ہر شخص اس مال اسقاط کو قبض کر کے مالک بن گیا تو جب وہ دوسرے کو دیگا تو اسے نیا ثواب ملیگا اس لئے کہ ملک کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گوشت پکا رہی تھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس میں ہمارا حصہ نہیں؟ عرض کی حضور یہ صدقے کا گوشت ہے اور آپ صدقے کا مال نہیں کھاتے آپ نے فرمایا۔ لَكِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ تیرے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے (توضیح شرح تنقیح) اب اگر کسی شخص کو میت کا فائدہ پسند نہیں تو وہ چاہے حیلۂ اسقاط کر کے اپنے اموات کو نفع نہ پہنچائے

اعتراض ۳: حیلۂ اسقاط چونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا اس لئے ناجائز ہوا۔

جواب: حیلۂ اسقاط ایصال ثواب ہی کی ایک قسم ہے اور کون باخبر یہ کہہ سکتا ہے کہ خیر القرون میں ایصال ثواب نہیں ہوتا تھا۔ رہا دور تو وہ محض رحمت الٰہی کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ منکرین انہی طریقوں سے منع کرنے کے درپے رہتے ہیں جو رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ غضب الٰہی کے اسباب سے منع کرنے کی انہیں فرصت ہی کم ملتی ہے۔

اعتراض ۴: اس طرح لوگوں کے دلوں سے احساس جرم جاتا رہے گا وہ جب سمجھیں گے کہ نماز روزہ ادا کئے بغیر حیلے کے ذریعے خلاصی ہو سکتی ہے تو ادا کرنے کی کیا ضرورت؟

جواب: پھر تو آپ توبہ اور شفاعت کا بھی انکار کر دیں گے کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ

جب اسطرح نجات مل سکتی ہے تو عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت ہے عقل و دانش رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ہمیں شریعت مطہرہ کی پابندی ہی کرنی چاہیئے احکام کی ادائیگی نہ ہو سکی تو لازماً قضا کرنی چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر شامت نفس سے کچھ کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا چاہیئے بلکہ جب تک ہمیں شریعت کے مطابق کوئی راستہ ملیگا اسی کو اپنائیں گے۔

اعتراض ۵ منافقوں کے بارے میں ارشاد باریتعالیٰ ہے :۔ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ وہ اللہ اور مومنوں کو فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں حیلہ اسقاط میں بھی فریب ہے کہ کچھ مال دیکر بہت سے فرائض کو معاف کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جواب مخالفین اہلسنت وجماعت کی یہ رسم نئی نہیں ہے کہ بتوں کے بارے میں وارد شدہ آیات کو اولیاء و انبیاء پر چسپاں کریں اور منافقوں سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر منطبق کریں حیلۂ اسقاط کو دھوکہ یا فراڈ کہنا محض بے جا ہے اس شرعی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت کا سہارا لیا جاتا ہے کسی کو نقصان پہنچانا یا کسی کی حق تلفی مقصود نہیں اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو جائے کیونکہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ مطلق حیلے کا ثبوت آیات و احادیث سے بیان ہو چکا ہے کیا اسے بھی فریب کا نام دیا جائیگا۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت سے منقطع کرنے کے لئے بے بنیاد حیلے بہانے تراشتے وقت یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ پر نظر نہیں رہتی۔

اعتراض ۶ بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے کے لئے ایک حیلہ ایجاد کیا تھا جس کی پاداش میں بندر بنا دیئے گئے بحکم الٰہی کُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ تم کس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر حیلے کرتے ہو۔

جواب بنی اسرائیل کے لئے ہفتے کے دن شکار حرام تھا انہوں نے حیلے کے ذریعے حرام کو حلال بنانے کی کوشش کی تھی لہذا سزا ملی کیا تمہارے نزدیک

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا اور میت کی مغفرت کے لئے ایصال ثواب کا ایک طریقہ اختیار کرنا بھی حرام ہے جس کی بنا پر حیلہ کرنے والوں کو قہر و غضب الٰہی کے مستحق ٹھہراتے ہو۔

اعتراض فتاویٰ سمرقندی کی عبارت تمہارے لئے مفید نہیں کیونکہ صاحب فتاویٰ ابو اللیث سمرقندی اگرچہ بہت بڑے فقیہ تھے مگر فن روایت و حدیث میں انکا کوئی اعتبار نہیں نیز دوسری سند صاحب فتوح کے حوالے سے بیان کیگئی ہے اور صاحب فتوح محمد بن عمر واقدی محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہی نہیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ دوسری اور تیسری سند کے اکثر رُواۃ یا تو غیر معتبر ہیں اور یا ہمیں ان کا پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون تھے اور ہم اس بات کے مکلف نہیں کہ نامعلوم لوگوں سے دین لیتے پھریں (راہِ سنت)

جواب اسے کہتے ہیں تعصب اور خود آرائی کہ جسے چاہا مجروح کہہ دیا اور جسے چاہا یہ کہہ کر رد کر دیا کہ چونکہ ہمیں اس کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا اس لئے غیر معتبر امام ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کو لیجیے ان کی فقاہت معترض کے نزدیک بھی مسلم ہے تاہم علامہ وقت ادیب کامل علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ کا فرمان انکے متعلق ملاحظہ ہو فرماتے ہیں :۔

السمرقندی ھذا ھو الامام الجلیل المعروف بامام الھدیٰ وھو نصر بن محمد بن احمد بن ابراھیم الفقیہ الحنفی المشھور صاحب التصانیف الجلیلۃ کالتفسیر والنوازل وخزانۃ الفتاویٰ وتنبیہ الغافلین والبستان توفی بلیلۃ احدیٰ عشرۃ خلت من جمادی الاُخریٰ ۳۷۳ھ ثلث وسبعین وثلث مائۃ (نسیم الریاض شرح شفاء) سمرقندی یہ وہ امام جلیل ہیں جو امام الہدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں آپ نصر ابن محمد بن احمد بن ابراہیم مشہور حنفی اور جلیل تصانیف کے مصنف ہیں چنانچہ تفسیر نوازل، خزانۃ الفتاویٰ، تنبیہ الغافلین اور بستان آپ کی یادگار ہیں آپ کی وفات جمادی الاخریٰ کی گیارہویں شب ۳۷۳ھ میں ہوئی۔ ان کی حدیث دانی قوت حافظہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ لاکھ حدیث کے حافظ تھے علوم صفار سے حاصل کئے آپ تمام عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولے آپ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ کتب امام محمد و امام وکیع و ابن مبارک و امالی امام ابو یوسف آپ کو حفظ تھیں بستان العارفین وغیرہ آپ کی یادگار ہے ۔ (مقدمہ مفید المفتی ص۱۱) مقام غور ہے کہ جس شخصیت کا فقہ، حدیث دانی خداداد یادداشت نیکی و ورع میں اس قدر بلند مقام ہو اسے فن حدیث

و روایت میں بالکل غیر معتبر قرار دینا کچھ آسان نہیں مگر بُرا ہو تعصب اور خود غرضی کا جو آدمی کو دیانت وانصاف کے اصولوں سے اندھا کر دیتے ہیں امام واقدی کے بارے میں اگرچہ محدثین مختلف خیالات رکھتے ہیں مگر قدوۃ الاحناف محقق علے الاطلاق ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء میں فرماتے ہیں:۔

عن الواقدی قال کانت بیر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ (فتح القدیر جلد اول ص۵۳) فتاویٰ رضویہ جلد ثانی مطبوعہ میرٹھ ص۳۱ ج۲ مطبوع مبارکپور۔ (امام واقدی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیر بضاعۃ باغوں کی سمت پانی کا راستہ تھا اس سے ہمارے نزدیک حجت ثابت ہے جب کہ ہم نے واقدی کی توثیق کی۔ مخالف چونکہ انہیں ضعیف کہتے ہیں انکے نزدیک دلیل قائم نہیں ہوگی۔)

فتح القدیر جلد اول ص۔ پھر غنیۃ المستملی للشیخ ابراہیم حلبی مصری میں ہے واللفظ للغنیۃ والصحیح فی الواقدی التوثیق قال الشیخ تقی الدین بن دقیق العید فی الامام بجمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قال فیہ اھ (امام واقدی کے متعلق صحیح توثیق ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام واقدی کے متعلق فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنی کتاب "المغازی والسیر" کی ابتدا میں ان کی تضعیف وتوثیق کرنے والوں کا ذکر کیا اور خود ان کی توثیق کو ترجیح دی اور ان کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا جواب دیا۔) فتاویٰ سمرقندی کی روایت کو مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر موضوع اور جعلی قرار دینا علم حدیث سے بے مائیگی اور بے بصیرت ہونے کی روشن دلیل ہے۔ کیا اگر آپ کو ایک راوی کا پتہ نہیں چل سکا تو وہ حدیث جعلی ہو جائیگی آپ کو کس نے اس وہم میں مبتلا کر دیا ہے کہ آپ بھی وقت کے ابن حجر یا ابن حنبل ہیں حتیٰ کہ اگر آپ کو کسی راوی کا پتہ نہ چل سکے تو وہ غیر معتبر ہو جائیگا۔ رہے دیگر وجوہ تو ان سے محض ضعف ثابت ہوتا ہے جس کا تدارک تعدد روایت سے ہو جاتا ہے اور خود حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے چنانچہ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:۔ والذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد حدیث

فی فضیلۃ عمل لا یحتمل الحرمۃ والکراھۃ یجوز العمل بہ رجاء للثواب اھ (اس بات پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ جب ایسے عمل کی فضیلت میں حدیث وارد ہو جائے جو کہ حرمت وکراہت کا احتمال نہ رکھتا ہو اس حدیث پر امید ثواب سے عمل جائز ہے)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن مجید پھیرنے کے ثبوت کا انحصار اس روایت پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ قرآن مجید مال متقوم ہے جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ طالب حق کیلئے اسی قدر کافی ہے ہٹ دھرم اور ضدی کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ

کتبہٗ محمد عبدالحکیم شرف قادری

علمائے کرام کی آراء اور تصدیقات!

تقریظ منیف جامع معقول ومنقول اُستاذ العلماء مرجع الفضلاء مولانا عطا محمد صاحب گولڑوی زیب مسند تدریس دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع سرگودھا

اَلْحَمْدُ لِاَھْلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِھَا اما بعد: حیلہ اسقاط ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے جسکے جواز میں کسی اہل علم کو کلام نہیں ہو سکتا۔ منکرین اگرچہ نفس ایصال ثواب کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں لیکن اس کلی کے جملہ افراد کا انکار کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دراصل ایصال ثواب کے ہی منکر ہیں یا اس کلی کو افراد کے بغیر مانتے ہیں جسکو مُثُل افلاطونیہ کہا جاتا ہے کتنا ظلم ہے اگر اہلسنت اولیاء کرام کے توسل سے طلب حاجت کریں تو منکرین شرک کا فتوے لگا دیتے ہیں اور اگر بلا واسطہ اللہ تعالٰے سے حاجت روائی کا التماس کریں تو منکرین بدعت کا

حکم کرتے ہیں اب عوام بیچارے کدھر جائیں عزیز القدر حضرت مولانا الفاضل العلامہ المولوی محمد عبدالحکیم صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اہلسنت کو اس سے نفع عطا فرمادے منصف کیلئے ایک حرف بھی کافی ہے اور معاند کے لئے دفاتر بھی بے سود ہیں۔

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد المدعو بالحافظ عطا محمد الچشتی الگولڑوی عفی عنہ

تقریظ لطیف حضرت العلامۃ الفہامۃ مولانا مولوی فیض احمد صاحب صدر المدرسین و مفتی دارالعلوم غوثیہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

محترمی مولانا المکرم زید مجدہم ——— اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مرسلہ مکتوب و اشتہار موصول ہوئے حیلۂ اسقاط کے مَالَہَا وَمَا عَلَیْہَا کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ آپ کی اس خدمت کو افراط و تفریط والوں کیلئے موجب ہدایت بنائے اور مزید دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خیر اندیش فیض احمد عفی عنہ

تقریظ شریف جامع الفضائل منبع الفواضل فقیہ جلیل حضرت العلامۃ مولانا عبدالحق صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع سرگودھا

الحمد لولیہ والصلوٰۃ لاھلہا امابعد۔ جواز حیلۂ اسقاط میں فرمان عالی شان محبوب العالمین خاتم النبیین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کافی ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ یعنی میری امت کسی بُرے فعل پر مجتمع نہ ہوگی اور جواز حیلہ اسقاط کے نہ صرف اکثرین قائل ہیں بلکہ اس پر سختی سے عامل ہیں۔ تعامل ناس ایک دلیل شرعی ہے حیلۂ اسقاط سلف کا معمول تھا تبھی تو خلف میں اس کثرت سے رائج ہے کہ اکثرین امت اس پر کاربند ہیں حضرت فاضل محقق مولانا عبدالحکیم صاحب زاد اللہ علمہ وعرفانہ نے اپنے محققانہ انداز میں نہ صرف جواز حیلۂ اسقاط پر دلائل قائم کئے ہیں بلکہ منکرین

معاندین کے اعتراضوں کے دنداں شکن جواب بھی دیئے ہیں اللہ کریم ان کی سعیِ جمیل کو مقبول و منظور فرمائے
بجاہِ سیّد المرسلین شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

حررہٗ محمد عبدالحق ابن حضرت مولانا مولوی یار محمد صاحب مرحوم بندیالوی۔

تائیدِ شیر بیشۂ اہلِ سنّت حضرت العلامہ مولانا اللہ بخش صاحب مہتمم شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں ضلع میانوالی

ماقال الفاضل المجیب فهو الحق الصریح

خادم اہلسنت ابوالفتح محمد اللہ بخش خطیب جامع مسجد شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں ضلع میانوالی

- رئیس العلماء والفضلاء مولانا العلامہ میاں عبدالحق صاحب غورغشتوی۔
- حضرت العلامہ فاضل جلیل مولانا احمد نبی صاحب ہزاروی مقام سنگل کوٹ علاقہ کونش (ہزارہ)
- صوفی باصفا زبدۃ الاتقیاء حضرت مولانا ہدایت الحق صاحب مہتمم جامعہ حقائق العلوم غوثیہ حضرو تحصیل وضلع کیمبلپور۔
- مجاہد ملت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی صدر مدرس دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔
- فاضل نوجوان مولانا عطا محمد صاحب قادری
- فاضل شہیر مولانا غلام ربانی صاحب مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور
- بلبلِ ہزارہ مولانا عبدالمالک صاحب خطیب جامع مسجد نور محلہ مفتی آباد، مانسہرہ۔
- محقق بے مثال حضرت العلامہ مولانا گل الرحمان صاحب ضیاء العلوم جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی۔

حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں!
تکتا ہے بیکسی میں تری راہ لے خبر!

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر!

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا۔ مولود شریف پڑھنا جائز ہے یا مکروہ بعض کتب فقہ میں اسے مکروہ تحریمی اور تنزیہی لکھا ہے اعلیحضرت قدس سرہٗ کے جواب کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود اور تمام عبادات کی جان ہے "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (میری یاد کیلئے ہمیشہ نماز ادا کرو) یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (بندگانِ خدا کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں) وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (تم اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کیا کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ) حدیث شریف میں ہے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ (اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو حتیٰ کہ لوگ کہیں یہ پاگل ہے) ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:- کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ تعالیٰ علی کل احیانہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اس حدیث کو امام مسلم، احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کونسی چیز بہتر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" (اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے) یہ صحیح ہے کہ کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ کراہت کا حکم کچھ عوارض غیر لازمہ کیوجہ سے ہے جیساکہ علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمائی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے ہمراہیوں کی توجہ یاد موت سے ہٹ جائیگی حالانکہ اس وقت آدمی کو موت کے خیال میں مستغرق ہونا چاہیئے اسی بنا پر فقہاء کرام نے کراہت کا حکم فرمایا انصاف کیجیے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جب جنازے کے ساتھ چلنے والے کو یہ پتہ نہ چلتا کہ ہمارے داہنے ہاتھ پر کون ہے ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا کہ یہ وقت اپنے لئے بھی آنا ہے اور پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گذرے گی! اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ گویا ہر شخص اس کو اپنا ہی جنازہ جانتا بلاشبہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی کلیتہً خاموشی کہ سانس کے سوا اصلاً آواز نہ ہو جب زمانہ بدلا اور صدر اوّل کا سا خوف عام

مسلمانوں میں نہ رہا بہت سے لوگوں کیلئے یکسر خاموشی خیال کی پریشانی کا باعث بنی اطبائے قلوب نے زبان سے آہستہ ذکر کا اضافہ فرمایا کہ:۔ ان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ (اگر ذکرِ خدا کرنا چاہے تو آہستہ کرے) اس میں حکمت یہ تھی کہ خاموشی فی نفسہ تو امر مطلوب نہیں محض خاموشی سے ذکرِ خیر یقیناً بہتر ہے لہٰذا ارشاد ہُوا ان لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ (تیری زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہنی چاہیئے) پہلی شریعتوں میں خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا ہماری شریعت مبارکہ نے اسے منسوخ فرما دیا مجوسیوں کے ہاں کھانے کے وقت خاموشی ضروری ہے ہماری شریعت میں مکروہ اور اس سے احتراز لازم ہے یہاں ایک وجہ سے خاموشی مطلوب تھی کہ زبان کے عمل کی وجہ سے توجہ منقسم نہ ہو آہستہ ذکر کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ دوسرے لوگ یادِ موت میں مصروف رہیں انکا خیال کہیں منتشر نہ ہو اب دیکھا کہ زمانہ بدلا اور اکثر لوگ غالباً ایسے ہی رہ گئے کہ جنازہ کے وقت اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر فضول اور بے فائدہ باتوں دنیاوی تذکروں بلکہ ہنسی مزاح میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ النادر کالمعدوم (نادر معدوم کی طرح ہوتا ہے اس کا الگ حکم بیان نہیں کیا جاتا جیسے کہ فتح القدیر شامی وغیرہ میں ہے)، ایسے لوگوں کو ذکرِ خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے اسی لئے اطبائے روحانی نے بلند آواز سے ذکر کی اجازت دیدی کہ اسطرح ذکرِ خدا دل میں زیادہ اترتا ہے وسوسے دُور ہوتے ہیں ذکر کرنے والوں کی زبانوں اور سننے والوں کے کانوں کو مشغول کرتا ہے اور غافلوں کو لغویات سے روک کر ذکر کرنے اور اسکے سننے کی طرف بلاتا ہے یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہو گئے ہیں کہ باوجود بار بار توجہ دلانے کے متاثر نہیں ہونگے جہالت اور بدگمانی ہے۔ جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کے متعلق اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ان میں سے کس کو ترجیح ہے اس میں بھی اختلاف ہے، قنیہ میں کراہتِ تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوی تمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبی و حاوی و بحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترکِ اولیٰ اصلاً گناہ نہیں جیسے کہ علماء نے اس پر تصریح کی اور ہم نے رسالہ "جمل مجلیہ" میں اسکی تحقیق کی ہے اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وُہی شخص کریگا جو مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈالکر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ امر سے منع کرنا ضروری ہے جو بالاجماع حرام ہو بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے کیونکہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اسکی صحت ہو سکے جیسے کہ درمختار اور حدیقہ الندیہ میں ہے۔ امام علامہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی جنہیں علامہ طحطاوی جیسا فقیہ جلیل العارف باللہ

سیدی عبدالغنی النابلسی کے لقب سے یاد کرتے ہیں (الحطا بعلی مرأۃ الفتح) کی ساب ستاساب الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ جلد ۲ مصری سے اعلیحضرت ایک طویل عبارت نقل فرماکر فرماتے ہیں اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ ارشادات چند افادات ہیں (۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ نا واقف کو معلوم نہ ہوتا کہ ان میں اہل میت کون ہے اور باقی ہمراہ کون ہے سب ایک سے مغموم ومحزون نظر آتے اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی انکے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گذری فرماتے ہیں بلکہ میں نے جنازے میں لوگوں کو ہنستے دیکھا تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلند آواز سے اظہار عین نصیحت ہے کہ انکے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں (۲) نیز ذکر جہر میں میت کو تلقین ذکر کا فائدہ کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کیلئے تیار ہو (۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ السلام کیطرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذن عام ہے لہذا جبتک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں (۴) نیز انہی امام عارف نے فرمایا الٰہی جو اس سے منع کرے اس کا دل کسقدر سخت اندھا ہے جنازے کے ساتھ ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو بیچنے والے سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہی ذکر جہر سے منع کرنیوالوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا ہے اور خود اپنی امامت کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا ہے ع باما شراب خوردو بازاہد نماز کرد

(۵) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا و رسول کرنا جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں جو لوگ اسے ناجائز کہیں اسے شریعت کی سمجھ نہیں (۷) نیز فرماتے ہیں ہر وہ بات کہ زمان برکت توامان حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی (یعنی سلب کلی درست نہیں) ورنہ اسکا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں ان کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں (۸) فرماتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد سے کہ (جو شخص دین اسلام میں نیک بات نکالے اسے اسکا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امت کیلئے اس کا دروازہ کھول دیا کہ نیک طریقے ایجاد کرکے جاری کریں اور انہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملحق کریں لیعنے جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک بات نئی پیدا ہو گی وہ نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذن عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۹) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر

میں اس سے ممانعت نہ آنا ہی اسکے جواز کی دلیل ہے اگر جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم ازکم ایک حدیث تو اسکی ممانعت میں آتی جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے تو اسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے تو جس چیز سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہوسکتی۔ (۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکر خدا اور رسول عزّ وعلا وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اسکا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے (فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۱۵۸ و ص۱۸۲ ملخصاً)

دیارِ مصر کے مفتی حضرت العلامہ شیخ عبدالقادر رافعی فاروقی حنفی "ردالمحتار" المعروف بہ شامی کے حاشیہ تحریر المختار ج۱ ص۱۲۳ میں فرماتے ہیں:۔

ونقل عن السید الطاھر الاھدل انه قال السنة وانكانت ھنا السكوت لكن قد اعتاد الناس كثرة الصلوٰة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ورفع اصواتھم بذالك وھم ان منعوا ابت نفوسھم عن السكوت والتفكر فيقعون فى كلام دنيوى وربما وقعوا فى غيبة وانكار المنكر اذا افضىٰ الى ماھو اعظم منكرا كان تركه احب ارتكابا لاخف المفسدتين كما ھو القاعدة الشرعية انتھى ملخصاً اھ

(سیّد طاہر اہدل سے منقول ہے کہ اس جگہ (جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے) اگرچہ خاموشی مسنون ہے لیکن آجکل، لوگ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کے عادی ہیں انہیں اگر منع کیا جائے تو وہ خاموش ہو کر غور وفکر (یادِ موت) کیلئے تیار نہیں ہوں گے بلکہ دنیا کی باتوں میں مصروف ہوجائیں گے اور اکثر کسی کی غیبت میں مبتلا ہوجائیں گے اور قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ جب کسی (فی نفسہ) ناپسندیدہ چیز کے منع کرنے سے بڑی خرابی لازم آرہی ہو تو اس سے منع نہ کرنا بہتر ہے تاکہ نسبتاً کم خرابی کا ارتکاب ہو۔)

یعنی خاموشی سے غور وفکر کرنا اگرچہ ذکر بالجہر سے بہتر ہے لیکن آجکل کے ماحول میں لوگ دنیاوی اور بے فائدہ باتوں غیبت، جھوٹ، ہنسی مزاح میں مشغول ہوجاتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرّم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر یقیناً بہتر اور مفید ہوگا اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت واستقامت عطا فرمائے

:— شرف لاہوری